رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

إِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَة

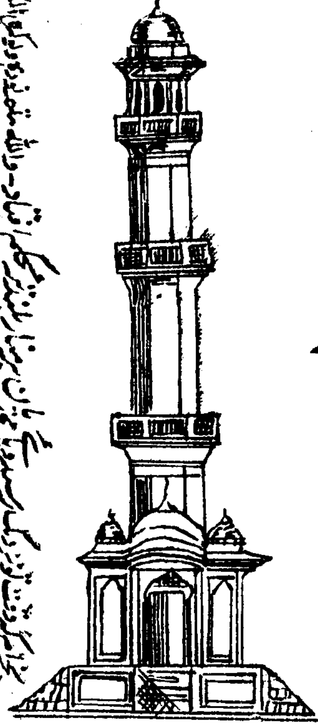
الحکم

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے ۵ (۲) خواص و معاونین سے عے (۳) ہندوستان سے باہر سے ۶ (۴) غیر مذاہب والون سے ۱۲ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگون سے عا



فہرست مضامین

اطلاع

اخبار سب خریداران کے نام وقت مقررہ پر دفتر سے روانہ ہوتا ہے جس صاحب کو کوئی پرچہ نہ ملے اوسکو چاہیئے کہ جو پرچہ نہیں پہونچا وہ پرچہ اخبار کی دوسری اشاعت تک طلب کریں ورنہ بعد مین وہ پرچہ مطلوبہ نہیں ملے گا ۔ مینجر

نمبر ۱۱ | قادیان دار الامان ۔ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۶ء مطابق ۵ صفر ۱۳۲۴ھ | جلد ۱۰

تازہ الہامات

۲۷ ۔ مارچ ۱۹۰۶ء ۔ فرمایا ۔ آج زلزلہ کے وقت کے لیئے توجہ کی گئی تھی کہ کب آوے گا ۔ اسی توجہ کی حالت مین زلزلہ کی صورت آنکھون کے آگے آگئی اور پھر الہام ہوا ۔

رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ هٰذَا

یعنے اے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے ۔ اس کا وقت کچھ پیچھے ڈالدے ۔ قاعدہ نحو کے مطابق هٰذَا کی جگہ هٰذِهٖ چاہیئے تھا ۔ مگر اس جگہ هٰذَا سے مراد هٰذَا الْعَذَاب ہے ۔ کیونکہ اصل غرض تو عذاب سے ہے ۔ ورنہ زلزلے تو پہلے بھی آچکے ہین ۔ پھر بعد اسکے ساتھ ہی یہ الہام ہوا

رَبِّ سَلِّطْنِيْ عَلَى النَّار

یعنے اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کر دے یعنے ایسا کر کہ عذاب کی آگ میرے حکم مین ہو جاوے ۔ جسکو مین عذاب دینا چاہون وہ عذاب مین گرفتار ہو ۔ اور جسکو مین چھوڑنا چاہون وہ عذاب سے محفوظ رہے ۔

۲۹ ۔ مارچ ۱۹۰۶ء ۔ اَخَّرَهُ اللّٰهُ اِلٰى وَقْتٍ مُّسَمًّى خدا تعالےٰ نے ایک وقت مقررہ تک عذاب کے زلزلہ مین تاخیر ڈالدی ۔

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم

ازالہ اوہام ہر دو حصہ ۔ یہ بے نظیر کتاب حضرت سلطان القلم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبردست قلم کا نتیجہ ہے جس مین اپنے دعوے کے متعلق نہایت شرح و بسط سے کام لیا ہے اور مخالفون کے اعتراضون کو نمبروار توڑا ہے قیمت عہ ۔

آریہ دہرم ۔ آریہ مذہب کی حقیقت کو حضرت حجۃ اللہ نے ثابت اتمام کر دیا ہے خصوصیت کے ساتھ مسئلہ نیوگ کے خطرناک بُرے نتائج کو کھول کر دکھایا ہے اور آریہ کے اون اعتراضون کا جواب دیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہین قیمت ۱ ۔ نماز پر اعتراض ۔ اور مسئلہ وحدت و جنید پر حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے ۔ اور وحدت وجود کے اعتقادات کا جواب رد کیا ہے ۔ یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے ۔ تیسری دفعہ چھپا ہے ۔ قیمت ۲ ۔ حضرت اقدس کی پرانی تحریرین حصہ اوّل

اعلےٰ حضرت کے تیس سالہ پرانے مضامین الہام مثلاً تناسخ وید اور قرآن کے مقابلہ پر قیمت ۲ ۔

سراج الدین عیسائی کے چار سوالون کا جواب ۔ عیسائی مذہب کی تردید اور اسلام کی حقیقت پر حضرت خلیفۃ اللہ کا لطیف رسالہ دوسری مرتبہ چھپا ہے ۔ قیمت ۲ ۔

فیصلہ آسمانی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلم سے مضمون نام سے ظاہر ہے قیمت ۲ ۔

نور القرآن حصہ دوم ۔ عیسائیون کا عمدہ رد ۔ ۴ ۔

تفسیر سورہ تبت ۔ سورہ تبت پر ایک ڈاکٹر کے اعتراضون کا جواب اور سورۃ مذکور کی عجیب تفسیر ۔ قیمت ۲ ۔

سواء السبیل نمبر ۱ ۔ ایک مولوی ہندوستانی کی خط و کتابت ۔ قیمت ۱ ۔

نسخ رد شیعہ ۔ حکیم الامۃ کی اچھوتی تحریر ۲ ۔

تفسیر القرآن پارہ اول ۔ یہ تفسیر قوم اور بزرگان قوم نے غیر معمولی طور پر پسند فرمائی ہے صدہا خطوط اظہار پسندیدگی پہنچے گئے ہین یہانتک کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باہر بھی اسکو قبولیت ہو گئی ہے ۔ قیمت عہ

تفسیر القرآن پارہ دوم ۔ قیمت عہ

تفسیر سورہ بقرہ مکمل ۔ پہلے ۴ ۔

سلک مروارید حصہ اوّل ۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ مین اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح اور انمین سلسلہ عالیہ کی تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے موافق ناول کے طور پر لکھا گیا ہے ۔ یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے قیمت ۴ ۔

سلک مروارید حصہ دوم ۔ قیمت ۴ ۔

رپورٹ جلسہ ۱۸۹۷ء ۔ قیمت عہ

الانذار ۔ قیمت ۴ ۔

اصلاح النظر ۔ قیمت ۲ ۔

قصیدہ ضوابط الاسرار ۔ قیمت ۱ ۔

برہان الحق ۔ قیمت ۳ ۔

دعوت الحق نمبر ۲ ۔ قیمت ۔

النصح ۔ قیمت ۔ ۲ ۔

مسلمانونکا خدا اور اوس کے حضور دعا ۔ قیمت ۱ ۔

نمونہ قرآن مجید ۔ قیمت ۳ ۔

ست بچن ۔ ۱۰ ۔ محمود کی آمین ۳ پائی

حجت الاسلام ۔ ۱ ۔ الموعظۃ الحسنہ ۳ ۔

توضیح مرام ۔ ۲ ۔ دوسرا جنگ مقدس حصہ اول و دوم ۔ ۲ ۔

المشتہر ۔ منیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم • نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کھلی چٹھی

برادرم مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -
زکوٰۃ کے متعلق بارہا تحریک ہو چکی ہے اور بحمد اللہ اسوقت فنڈ میں روپیہ آبھی رہا ہے - مگر اکثر دوست جن سے یہ امید کی جاسکتی ہے - انہوں نے ابھی توجہ نہیں کی - اسلام کی بڑی خوبیوں میں سے ایک یہ خوبی ہے جو صرف اسی مذہب میں پائی جاتی ہے کہ اس نے خدا کے حقوق اور بندوں کے حقوق ہر دو امور کو فرائض مذہبی میں داخل کر کے اسکے لئے قوانین مقرر کر دیئے ہیں اور عام تعلیم پر بس نہیں کی شاید یہ کہہ دیا کہ تم خدا کی یاد کیا کرو اور اپنے بھائیوں سے نیک سلوک کرو یہ تو معمولی باتیں ہیں جو سب مذاہب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں مگر اسلام کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس نے عام تعلیم نہایت اعلےٰ درجہ کی دیکر پھر وہ راہیں تیار کر دی ہیں جو سست اور غافل طبیعتوں کے لئے ایک تازیانہ کا کام دیتی ہیں اور عملی طور پر انسان کو خدا کی راہ پر چلاتی ہیں - اللہ تعالیٰ کے متعلق جو انسان کے فرائض ہیں ان کو پورا کرنے کیلئے پنجگانہ نماز قایم کر دی ہے کیونکہ جو شخص پانچ وقت اپنے خدا کے حضور جاتا ہے وہ خدا سے غافل نہیں ہو سکتا بشرطیکہ وہ حقیقت نماز پر قایم ہے اور صرف رسمی طور پر ٹکریں نہیں مارتا - ایسا ہی روزے ایک ماہ کے مقرر کر دیئے ہیں حقوق عباد کیلئے یہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم دیکر کہ لا یومن احدکم حتّٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ کہ کوئی مومن بنتا ہی نہیں جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے اور یہ سبق دینے کے لئے کہ سب مومن بھائی ہیں عملی راہیں اپنے بھائیوں سے نیکی کرنے کی بھی بتادی ہیں - سود سے روکا زکوٰۃ کو فرض کر دیا اور اس سے بڑھ کر صدقات کی ترغیب دی - مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ میں لوگ سب باتوں میں سست ہو گئے ہیں اپنے لئے وہ ہر طرح کی آسائش کی فکروں میں لگے رہتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ کسقدر ہمارے بھائی ہیں جنکی مدد کرنا ہمارا فرض ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ... ڈرانے والے الفاظ میں اسبات کا ذکر ... ولیخش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعٰفا خافوا علیہم ... اسبات سے ڈرو کہ اب تو تم آسائش میں ہو دوسرے لوگ تمہاری مدد کے محتاج ہیں اگر تمہارے پیچھے تمہاری اولاد ضعیف رہجائے

تو پھر کیا حال ہو - چونکہ دنیا میں ہمیشہ ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ ایک شخص اگر آج امیر ہے تو کل اسکی اولاد غریب ہے - اسلئے اسلام نے ہمدردی انسانی کی راہ پر چلانے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ زکوٰۃ دیا کریں - یاد رکھو کہ کوئی شخص ... فرض کو ادا کر کے اور باقی سے غافل رہکر خدا کے نزدیک سرخرو نہیں - خدا کے حکموں میں ... مت ڈالو کہ نمازیں پڑھ لینا کافی ہے اور بس - حضرت ابوبکر نے ان سب لوگوں کو ... داخل کیا تھا جنہوں نے زکوٰۃ کے دینے سے انکار کیا - ہمارے ملک میں اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ روپیہ نقدی کی صورت میں تو نہیں ہوتا مگر بہت تھوڑے کھاتے پیتے گھر ایسے ہونگے جن میں زیور کی صورت میں مال موجود نہ ہو - مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا نقد روپیہ پر زکوٰۃ ہے ایسا ہی زیور پر* بھی ہے - ہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ زیور خاوند نے عورت کو دیدیا ہوا ہوتا ہے اور اس طرح پر وہ عورت کی ملک ہو جاتا ہے - پس عورتوں کے لئے یہ عمدہ موقعہ ہے کہ وہ خدا کے احکام پر چلکر مستحق ثواب بنیں ورنہ اگر وہ اس زیور کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتیں تو خدا کے احکام کی صریح نافرمانی کرتی ہیں - اکثر خاوند بھی یہ کہکر ... چھڑا لیتے ہیں کہ یہ عورتوں کا مال ہے ہمیں اس سے کچھ تعلق نہیں - مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... گھر ... یا بادشاہ کی طرح ... اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء - پر اگر عورتیں حقوق اللہ یا حقوق عباد میں جو خدا تعالیٰ نے فرض کر دیئے ہیں کسی طرح کی غفلت کرتی ہیں - تو یہ خاوندوں کا فرض ہے کہ وہ ان کو سیدھی راہ پر چلائیں ... ایک عزیز دوست کو جب یہ توجہ دلائی کہ انکی بی بی کے پاس اسقدر زیور ہے جسکی زکوٰۃ دینی چاہیئے تو انہوں نے مجھے یہ جواب دیا کہ میں اگر اسے زکوٰۃ کے لئے کہونگا تو وہ سمجھے گی کہ میرے زیور کا حساب لینا چاہتا ہے ایسی بات سے میں تو کانپتا ہوں کہ خدا کے احکام کو ایسی باتوں سے ٹالا جاتا ہے - ایسے لوگوں کے مالوں میں کیا برکت ہو سکتی ہے وہ یاد رکھیں کہ مال میں برکت دینا خدا کا کام ہے خدا سے ڈریں اور اپنے گھروں میں خدا کے احکام کی پابندی کرائیں - ہماری جماعت کے لئے یہ امر سخت قابل افسوس ہے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی نیک بی بی جب یہ سمجھ جائے کہ زیور کی زکوٰۃ فرض ہے تو وہ انکار کرے - خاوند اگر عمدہ نمونہ قایم کریں اور گھروں میں وعظ نصیحت کر کے سمجھاویں تو یہ امر کچھ بھی مشکل نہیں - بلکہ عورتوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ انکے لئے بھی خدا نے ایسی راہ نکالی ہے کہ وہ خدمت دین میں حصہ لے سکتی ہیں - اس

فقرہ کی تشریح میں آگے چل کر کرتا ہوں -
دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر زکوٰۃ دینی فرض ہے تو کیوں ہر ایک شخص اپنی جگہ زکوٰۃ نکال کر اسکو جسطرح چاہے تقسیم نہ کر دے - اسکے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر ایک شخص زکوٰۃ کے مصارف کو سمجھتا ہی نہیں - اسی لئے اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ زکوٰۃ کا کل روپیہ ایک جگہ جمع ہو کر پھر مناسب طور پر بانٹا جاوے - اور دوسرے بعض لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جو کچھ وہ صدقات کے طور پر یا کسی غریب بھائی کی مدد کو دیتے ہیں وہی زکوٰۃ ہے حالانکہ زکوٰۃ کو بالکل الگ کر دینے کا حکم ہے - اور زکوٰۃ کے علاوہ صدقات کی ترغیب قرآن شریف نے دی ہے -
تیسرے یہی بڑی وجہ سستی کی ہے کہ انسان خیال کرتا رہتا ہے کہ آج دیدونگا کل دیدونگا - حالانکہ شریعت اسلام کی رو سے یہ نہایت ضروری ہے کہ جس مال پر ایک سال گذر گیا ہے اسکی زکوٰۃ فی الفور ادا کر دیجاوے -
چہارم ہم سب ایک سلسلہ میں منسلک ہیں اور اس سلسلہ کی بڑی بڑی ضروریات ہیں - جماعت میں سے بعض لوگ فوت ہو جاتے ہیں تو ان کے پیچھے بچے یتیم رہ جاتے ہیں - بعض لوگ مؤلفۃ القلوب ہوتے ہیں - بعض نو مسلم ایسے ہوتے ہیں کہ انکے ماں باپ ان کو گھروں سے نکال دیتے ہیں - اور ضروری ہوتا ہے کہ انکو دینی تعلیم بھی دیجاوے - ان سب باتوں کے لئے کثیر اخراجات کی ضرورت ہے اور یہ سب زکوٰۃ میں سے آسانی پورے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ کل جماعت بالاتفاق زکوٰۃ کا روپیہ ایک جگہ بھیجے - یاد رکھنا چاہیئے کہ جتنے بڑے بڑے کام ہوتے ہیں وہ سب قوم کے اتفاق سے ہوا کرتے ہیں ہیں - ایک دو آدمی ان کو پورا نہیں کر سکتے پس اگر قوم چاہتی ہے کہ ہمارا یہ سلسلہ ہر طرح سے ترقی کرے تو اسکا فرض ہے کہ زکوٰۃ کے روپیہ کی ایک جگہ جمع کرنیکا انتظام کرے - پھر وہ انشاء اللہ دیکھیں گے کہ اس سے کیسے کیسے مفید نتائج پیدا ہوتے ہیں -
زکوٰۃ کے مصارف میں اکثر لوگ دھوکہ کھاتے ہیں - وہ خاص مصرف ہیں جو قرآن شریف نے مقرر کر دیئے ہیں - ان سے علاوہ اگر وہ روپیہ دیا جاوے تو جایز نہیں خواہ نیکی کا کام ہو - حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہ فرمایا تھا کہ بیشک زکوٰۃ کا روپیہ ایک جگہ جمع ہونا ضروری ہے - چنانچہ اسی بنا پر کئی احباب نے زکوٰۃ کا روپیہ اس جگہ بھیجنا شروع بھی کر دیا ہے جو امین زکوٰۃ فنڈ کے پاس جمع ہوتا ہے اور حسب ضرورت خرچ ہوتا ہے اور اسوقت بھی اس سے بہت سے فوائد ظاہر ہوتے ہیں اور اگر یہ سلسلہ ترقی کرے تو انشاء اللہ نہایت ہی ... ثابت ہوگا -

امر سوم یہ ہے کہ جس مال پر زکوٰۃ دینا فرض ہے وہ کسقدر ہے سو یاد رکھنا چاہیئے کہ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے - جس کے پاس اسقدر یا اس سے زیادہ مالیت کا سونا یا چاندی ہو اگر اسپر ایک سال گذر گیا ہو تو اسپر لازم ہے کہ چالیسواں حصہ اسکا زکوٰۃ دیں - جن زمینوں پر خراج دیا جاتا ہے اون کی پیداوار میں کوئی زکوٰۃ نہیں -

زکوٰۃ کا روپیہ بنام امین زکوٰۃ فنڈ قادیان ارسال فرماویں -

(خاکسار محمد علی از قادیان)
مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء

ضروری اطلاع

قادیان میں چندہ بھیجنے والے احباب ہمیشہ ان ہدایات کو مد نظر رکھیں - (۱) لنگرخانہ کا چندہ حضرت اقدس کے نام بھیجیں اور دوسری مدات کا روپیہ آپکے نام ہرگز نہ بھیجیں - (۲) مدرسہ کا چندہ امین مدرسہ تعلیم الاسلام - میگزین کی خریداری کا اور اشاعت اسلام کا روپیہ بنام منیجر ریویو آف ریلیجنز - زکوٰۃ کا روپیہ بنام امین زکوٰۃ فنڈ - بہشتی مقبرہ کے متعلق کل روپیہ بنام فنانشل سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان - آنا چاہیئے - اور کسی شخص کے نام پر نہ آنا چاہیئے -
(۳) خط و کتابت مدرسہ کے متعلق کل بنام ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان - اور بہشتی مقبرہ یا وصیتوں کے متعلق یا وصیتوں کا بھیجنا بنام سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان ہونی چاہیئے -

* زیور کی زکوٰۃ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتوےٰ پہلے چھپ چکا ہے -

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

گل کھلیں گے اور ہی گر یہی تندی کا رنگ

عیسائی مذہب کی ناکامی اور نامرادی اب مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ پوپ آف روم کو ایک خاص اقتدار اور اختیار یورپ پر حاصل تھا لیکن جب ان مظالم اور شرمناک کرتوتوں کی انتہا ہو چکی جو مشنری لائف میں ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس شرک عظیم کی ہلاکت کے سامان اندر ہی سے پیدا کر دیئے اور لوتھر مارٹن عیسائی مذہب کے ریفارمر نے پوپ ازم کے بخئے ادھیڑ دیئے۔ مگر اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ سرے سے عیسائی مذہب ہی کو نیست و نابود کر دینے کا خیال مختلف رنگوں میں پیدا ہو چلا ہے۔ جو لوگ یورپ کی مذہبی دنیا سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مختلف صورتوں سے اس مذہب کو دھتکارا جا رہا ہے۔ میں اسوقت ان طریقوں کے اظہار کی حاجت نہیں سمجھتا۔ بلکہ مجھے اس وقت اس انقلاب عظیم کا ذکر کرنا ہے جو فرانس میں عیسائی مذہب کے متعلق پیدا ہوا ہے۔ الحکم کے اکثر ناظرین اس بات سے آگاہ ہونگے کہ گذشتہ ایک صدی کے عرصہ میں فرانس نے قریباً تیرہ مرتبہ طریق حکومت میں تبدیلی کی ہے اور بعض اوقات اس انقلاب سلطنت میں چند مہینوں کا وقفہ ہی ہوا ہے۔ شخصی حکومت کے بعد جمہوری اور جمہوری کے بعد شخصی یہ ایک معمولی امر ہے لیکن اسوقت جو انقلاب عظیم فرانس میں ہونیوالا ہے وہ سخت خطرناک اور سخت مسرت افزا ہے خطرناک تو اس لئے ہے کہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ فرانس میں خانہ جنگی شروع نہ ہو جاوے اور گھر ہی میں تلوار نہ چل جاوے اور اسطرح پر فرانس کی زمین خون کے نالوں سے سرخ ہو۔ اور مسرت افزا اس لئے ہے کہ یہ انقلاب عیسائی مذہب کا خاتمہ کرنے والا ہے۔ وہ مذہب جسنے ایک عاجز انسان [illegible] انسان کو خدا بنا لیے [illegible] ہے اور جس نے دنیا میں ہم کی بدی اور بدکاری کی ترغیب دلا رکھی ہے!! [illegible] انتظام سلطنت ایک ہی [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] فرانس آئندہ چرچ کا تعلق سلطنت سے الگ کرنے کی تجویز ہے جس سے پادریوں اور مسیح کے بیلوں میں سخت تشویش پیدا ہو رہی ہے اور وہ لوگ جو مسیح کا پہاڑی وعظ سنا سنا کر ڈاڑھیاں ہلایا کرتے اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کی اخلاقی تعلیم کے کمالات پیش کیا کرتے ہیں سخت برافروختہ ہو رہے ہیں۔ انکی آنکھوں میں خون اتر آیا ہے چنانچہ ایک آدھ مقام پر ہنگامہ اور خونریزی ہو بھی چکی ہے اور اسکا یہانتک اثر پڑا کہ وزارت فرانس کو مستعفی ہونا پڑا۔ آئندہ دیکھئے کیا ہوتا ہے؟ قطع نظر اسکے کہ اس مخالفت کا اثر ملکی انتظام پر کیا پڑے۔ اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا کہ عیسائی مذہب کی سخت ناکامی اور نامرادی کا عام اعلان ہو جائے گا۔ اور اس سے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی پر ایک زبردست دلیل قائم ہوگی کیونکہ وہ آیا ہے اس غرض کے لئے کہ اس شرک عظیم کی بت کو توڑا جاوے اور اس کے انفاس قدسیہ اور عقد ہمت کا یہ اثر ہو رہا ہے کہ خود ہی یہ مذہب اپنے پرستاروں کے ہاتھوں ہلاک ہو رہا ہے۔ والله الحمد۔

عیسائی مشن پر ایک انگریز کی رائے

عیسائی مشنری خواہ دنیا کی آنکھوں میں کتنا ہی دھول ڈالنا چاہیں مگر سچائی اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ جیمس صاحب عیسائی مشن کے متعلق اپنی رائے کا مفصلہ ذیل الفاظ میں اظہار کرتے ہیں۔ اگر موٹے طور پر عیسائی مشن کے متعلق اظہار رائے کیا جائے تو وہ تین حصص میں تقسیم ہو سکتا ہے۔

(۱) اصولاً یہ مشن کفر کی تلقین کرنیوالے ہیں۔

(۲) ان کا میلان طبیعت عیسائی دین کے برخلاف ہے۔

(۳) اپنی مطلب برآری کے لئے جن وسائل کا یہ استعمال کرتے ہیں وہ نہایت مکروہ ہیں اور جو نتائج حاصل ہوتے ہیں وہ قابل نفرت ہیں۔

(۱) یہ ماننا ہی کہ خدا سوائے عیسائیوں کے دنیا کے کروڑوں آدمیوں کی روحانی بہتری یا تو کرنا نہیں چاہتا یا کر نہیں سکتا ایک کلمہ کفر ہے۔ اسبات کو مان کر عیسائی مناد عیسائی مذہب کی اشاعت کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے۔ جو کام خدا تعالیٰ سے دانستہ یا نادانستہ رہ گیا ہے اسکی تکمیل اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ اگر یہ کفر نہیں تو ہم نہیں جانتے کفر کسے کہہ سکتے ہیں۔ [illegible] واقعات اسبات کا ثبوت دیتے رہتے ہیں [illegible] خدا [illegible] جو اپنی مخلوق کو اپنے سایہ عاطفت میں رکھتا ہے اپنے انسانی بچوں کو دل سے بھلا نہیں سکتا حسب ضرورت وہ مختلف ممالک میں اور مختلف اوقات میں ایسی آتمائیں پیدا کرتا رہتا ہے۔ جو تاریکی کو دور کرنے والی اور علم کی روشنی کو پھیلانے والی ہوتی ہیں۔ مگر عیسائی منادوں کا یہ شیوہ ہو گیا ہے کہ وہ سوائے اپنے اور کسی کو خدا کا مقبول بندہ تصور نہیں کرتے۔

(۲) اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آخر یہ "پرچار کا کام" شروع کس بنا پر کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ اپنے حواریوں میں سے گیارہ کے سامنے نمودار ہوئے اور ان کو حکم دیا کہ دنیا بھر میں جاؤ اور ہر ایک آدمی کو انجیل کی تلقین کرو۔ یہ الفاظ عیسیٰ نے صرف اپنے حواریوں کو مخاطب کر کے کہے۔ گو تاریخی طور پر ان کی چنداں وقعت نہیں لیکن اگر بفرض محال مان بھی لیا جاوے تو جس طرح شروع سے اس پر عمل ہوتا رہا ہے وہ لطف سے خالی نہیں۔ عیسےٰ کی موت کے صرف تیس برس بعد سینٹ پال نے لکھا کہ "انجیل تمام دنیا میں ہے" اور "ہر ایک انسان تک جو آسمان کے نیچے ہے اسکی آواز پہنچ گئی ہے"۔ چونکہ مقصد حاصل ہو چکا ہے اسلئے اب عیسائی صاحبان کا کوئی حق نہیں کہ جگہ جگہ پھر کر ناحق آدمیوں کی سمع خراشی کریں لیکن آج ہمیں عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ لفظوں پر جانے کی ضرورت نہیں۔ آسمان کے نیچے رہنے والے اشخاص سے حضرت پال کی مراد ان لوگوں سے ہے جو اس سچائی کے حاصل کرنے کے مستحق ہیں کیونکہ حقیقت میں ان پر ہی بہشت کا سایہ ہے۔

(۳) لیکن وہ وسایل جن سے مشنری لوگوں کو عیسائی مذہب کی طرف کھینچتے ہیں نہایت قابل نفرت ہیں اگر وہ ادہر ادہر کی باتیں اور گناہ کی اصلیت اور کفارہ کے متعلق دوراز قیاس مضمون کو بیان کر کے کسی حبشی کو عیسائی کر لیتے ہیں تو حقیقت میں وہ ایک دیانت والے آدمی کو بد دیانتی کی طرف لے جاتے ہیں اور اگر ہم اس کشت و خون کا خیال کریں جو عیسائی مذہب نے مذہب کے نام پر میکسو اور پیرو وغیرہ مقامات پر اپنے گلا کو بڑھانے میں کیا تو رونگٹے بدن پر کھڑے ہو جاویں کلیجہ موہنہ کو آنے لگے۔

ہمارا صرف اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ مشنری صاحبان کے پیچھے پیچھے تاجر آتے ہیں۔ اور تمام مغربی عیوب اور بدکاریوں کا پیوند مقامی کمزوریوں پر چڑہا دیتے ہیں۔

مگر ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کا موجود ہونا ہی اہل ہندوستان کی ہتک کرتا ہے معمولی نظر کا آدمی بھی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ جو آب حیات کہیں کہیں عیسائی اور یہودیوں کے متبرک علم ادب میں بہتا نظر آتا ہے وہ اون چشموں سے لیا گیا ہے جو ہمیشہ سے اس پاک سرزمین میں رستے رہے ہیں اور دور دور حق کے متلاشیوں کی پیاس بجھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ پائی تھو گورس Pythagoras ان چشموں پر آیا اپنی پیاس بجھائی اور اپنی واپسی پر اپنے اہل ملک کے لئے ایک ناخدا ثابت ہوا۔ موجودہ معلومات ہمیں اس نتیجہ پر پہونچاتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ ایک طالب حق کی حیثیت میں ہندوستان میں آئے اور جو کچھ اپنی قابلیت کے مطابق وہ یہاں سے لے جاسکے لے گئے۔ اور اپنی واپسی پر اُن کی تلقین کی۔ اگر اسوقت ہم کوئی دعا کر سکتے ہیں وہ یہ کہ ہندوستان کو اُن زہریلی ہواؤں سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے جو اسوقت مغرب میں چل رہی ہیں جہاں مشنریوں کے لئے محل تعمیر کئے جاتے ہیں۔ مگر دیانتداری سے روزی کمانے والوں کو جن کی تعداد لاکھوں اور کروڑوں میں ہے سر چھپانے کو مکان تک نصیب نہوتا۔ جہاں حضرت عیسیٰ کے جانشین جنکو نہایت تکلیف کی زندگی گذارنا پڑی۔ عالی شان عمارتوں میں رہتے ہیں اور ریشمی لباس زیب تن کرتے ہیں اور بجائے مذہب کے سچے اصولوں کی تلقین کرنے کے آپس کی مخالفت اور بیرونی آڈمبروں کی جد و جہد میں رہتے ہیں۔"

تعلیم الاسلام سکول کی عظمت

علی گڈھ کالج کے امتحانات دینیات کا نتیجہ شائع کیا گیا ہے جسکو پڑھ کر مجھے بہت ہی خوشی ہوئی اور یہ خوشی ہماری قوم کے لئے موجب فخر ہے عزیز غلام محمد جو سال گذشتہ میں تعلیم الاسلام کالج کیطرف بطور پرائیویٹ طالب علم امتحان الف۔ اے میں پاس ہو کر سال کے آخری حصہ میں علیگڈہ کالج میں جاکر داخل ہوا تھا۔ وہ امتحان دینیات میں نمبر اول رہا ہے اور اس نے پورے پچاس نمبر حاصل کئے ہیں ممتحن صاحب نے انکے نتیجہ کے ساتھ یہ ریمارک کیا ہے "اس طالب علم نے پورے پچاس نمبر حاصل کئے ہیں کیونکہ جوابات میں احادیث و آیات قرآنیہ سے استدلال کیا ہے اس کی طرز قابل تعریف ہے"۔ یہ ریمارک میرے لئے اور میری قوم کے لئے جسقدر مسرت افزا ہے اسکا اندازہ سہل نہیں ہے یہ خوشی اور بھی بڑھ جاتی ہے جب میں کالج کے سابقہ نتیجہ امتحان میں ایسا ریمارک کسی طالب علم کے متعلق نہیں پاتا۔ قوم کو معلوم رہے کہ قادیان سکول کی مذہبی اور دینی تعلیم کی عظمت کا یہ کوئی چھوٹا سا ثبوت نہیں کہ علی گڈھ جیسے کالج میں سب سے اول اپنی جماعت میں اور مرتب اعلیٰ تعریف کے لحاظ سے کل کالج میں اول نمبر رہنے والا ایک قادیانی سکول کا سابق طالب علم ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ

[illegible]

چشمۂ مسیحی کا رسالہ

استعارہ کے رنگ میں پایا اور بنا پر خدا تعالیٰ نے مریم کو ہارون کا ہمشیرہ ٹھیرایا تو اس میں آپ کیوں تعجب کرتے ہیں جبکہ قرآن شریف بجائے خود بار بار بیان کر چکا ہے کہ ہارون نبی حضرت موسیٰ کے وقت میں تھا اور یہ مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ تھی جو چودہ سو برس بعد ہارون کے پیدا ہوئی تو کیا اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان واقعات سے بے خبر ہے اور نعوذ باللہ اوس نے مریم کو ہارون کی ہمشیرہ ٹھہرانے میں غلطی کی ہے۔ کس درجہ کے خبیث طبع یہ لوگ ہیں کہ بیہودہ اعتراض کر کے خوش ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ مریم کا کوئی بھائی ہو جس کا نام ہارون ہو۔ عدم علم سے عدم شئے تو لازم نہیں آتا مگر یہ لوگ اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کسقدر اعتراضات کا نشانہ ہے۔ دیکھو یہ کسقدر اعتراض ہے کہ مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تھا تا وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خاوند نہ کرے۔ لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نام ایک نجار سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کو بیٹا پیدا ہوا وہی عیسیٰ یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔ اب اعتراض یہ ہے کہ اگر درحقیقت معجزہ کے طور پر یہ حمل تھا تو کیوں وضع حمل تک صبر نہیں کیا گیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عہد تو یہ تھا کہ مریم مدت العمر ہیکل کی خدمت میں رہیگی پھر کیوں عہد شکنی کر کے اور اسکو خدمت بیت المقدس سے الگ کر کے یوسف نجار کی بیوی بنایا گیا۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ توریت کے رو سے حرام اور ناجائز تھا کہ حمل کی حالت میں کسی عورت کا نکاح کیا جائے پھر کیوں خلاف حکم توریت مریم کا نکاح عین حمل کی حالت میں یوسف سے کیا گیا حالانکہ یوسف اس نکاح سے ناراض تھا اور اسکی پہلی بیوی بھی موجود تھی وہ لوگ جو تعدد ازدواج سے منکر ہیں شاید ان کو یوسف کے اس نکاح کی اطلاع نہیں۔ غرض اسجگہ ایک معترض کا حق ہے کہ وہ یہ گمان کرے کہ اس نکاح کی یہی وجہ تھی کہ قوم کے بزرگوں کو مریم کی نسبت ناجائز حمل کا شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اگرچہ ہم قرآن شریف کی تعلیم کے رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا تا خدا یہودیوں کو قیامت کا نشان دے اور جیسا کہ برسات کے دنوں میں ہزارہا کیڑے مکوڑے خودبخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت آدم بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تو پھر حضرت عیسیٰ کی اس پیدائش سے کوئی بزرگی انکی ثابت نہیں ہوتی بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قویٰ سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ القصّہ حضرت مریم کا نکاح محض شبہ کی وجہ سے ہوا تھا ورنہ جو عورت بیت المقدس کی خدمت کرنیکے لئے نذر ہو چکی تھی اس کے نکاح کی کیا ضرورت تھی افسوس اس نکاح سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے اور یہود نابکار نے ناجائز تعلق کے شبہات شائع کئے پس اگر کوئی اعتراض قابل حل ہے تو یہ اعتراض ہے نہ کہ مریم کا ہارون بھائی قرار دینا کچھ اعتراض ہے۔ قرآن شریف میں تو یہ بھی لفظ نہیں کہ ہارون نبی کی مریم ہمشیرہ تھی صرف ہارون کا نام ہے نبی کا لفظ وہاں موجود نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ نبیوں کے نام تبرکاً رکھے جاتے تھے سو قرین قیاس ہے کہ مریم کا کوئی بھائی ہوگا جس کا نام ہارون ہوگا اور اس بیان کو محل اعتراض سمجھنا سراسر حماقت ہے۔

اور قصہ اصحاب کہف وغیرہ اگر یہودیوں اور عیسائیوں کی پہلی کتابوں میں بھی ہو اور اگر فرض کر لیں کہ وہ لوگ ان قصوں کو ایک فرضی قصے سمجھتے ہوں تو اس میں کیا حرج ہے آپ کو یاد رہے کہ ان لوگوں کی مذہبی اور تاریخی کتابیں اور خود انکی آسمانی کتابیں تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ یورپ میں ان کتابوں کے بارے میں آج کل کسقدر ماتم ہو رہا ہے اور سلیم طبیعتیں خودبخود اسلام کیطرف آتی جاتی ہیں اور بڑی بڑی کتابیں اسلام کی حمایت میں تالیف ہو رہی ہیں۔ چنانچہ کئی انگریز امریکہ وغیرہ ممالک کے ہمارے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں آخر جھوٹ کب تک چھپا رہے۔ پھر سوچنے کا مقام ہے کہ نبی الٰہی کو ایسی کتابوں کی اقتباس کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ خوب یاد رکھو کہ یہ لوگ اندھے ہیں اور ان کی تمام کتابیں اندھی ہیں۔ تعجب کہ جس حالت میں قرآن شریف ایسے جزیرہ میں نازل ہوا جس کے لوگ عموماً عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں سے بے خبر تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود اُمّی تھے تو پھر یہ تہمتیں آنجناب پر لگانا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے بالکل بے خوف ہیں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ پر کسقدر اعتراض ہوں گے جنہوں نے ایک اسرائیلی فاضل سے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا اور یہودیوں کی تمام کتابوں طالمود وغیرہ کا مطالعہ کیا تھا اور جنکی انجیل درحقیقت بائبل اور طالمود کی عبارتوں سے ایسی پر ہے کہ ہم لوگ محض قرآن شریف کے ارشاد کی وجہ سے انپر ایمان لاتے ہیں ورنہ انجیل کی نسبت بڑے شبہات پیدا ہوتے ہیں اور افسوس کہ انجیلوں میں ایک بات بھی ایسی نہیں کہ جو لفظ بلفظ پہلی کتابوں میں موجود نہیں۔ اور پھر اگر قرآن نے بائبل کی متفرق سچائیوں اور صداقتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا تو اس میں کونسا استبعاد عقلی ہوا اور کیا غضب آ گیا۔ کیا آپ کے نزدیک یہ محال ہے کہ یہ تمام قصے قرآن شریف کے بذریعہ وحی کے لئے گئے ہیں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صاحب وحی ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت ہے اور آپ کی نبوت حقہ کے انوار و برکات اب تک ظہور میں آ رہے ہیں۔ تو کیونکر شیطانی وساوس دل میں داخل کئے جاویں کہ نعوذ باللہ قرآن شریف کا کوئی قصہ کسی پہلی کتاب یا کتبہ سے نقل کیا گیا ہے۔ کیا آپ کو خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ شک ہے یا آپ اوس کو علم غیب پر قادر نہیں جانتے۔ اور میں بیان کر چکا ہوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا کسی کتاب کو اصلی قرار دینا اور کسی کو فرضی سمجھنا یہ سب بے بنیاد خیالات ہیں نہ کسی نے اصلی کی اصلیت کا ملاحظہ کیا اور نہ کسی نے کسی جعل ساز کو پکڑا۔ اسکی نسبت خود یورپ کے محققین کی شہادتیں ہمارے پاس موجود ہیں ایک اندھی قوم ہے جن میں ایمانی روشنی باقی نہیں رہی اور عیسائیوں پر تو نہایت ہی افسوس ہے جنہوں نے طبعی اور فلسفہ پڑھ کر ڈبو دیا۔ ایک طرف تو آسمانوں کے منکر ہیں اور ایک طرف حضرت عیسیٰ کو آسمان پر بٹھاتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ اگر یہود کی پہلی کتابیں سچی ہیں تو اون کی بنا پر حضرت عیسیٰ کی نبوت ہی ثابت نہیں ہوتی مثلاً سچے مسیح موعود کے لئے جس کا حضرت عیسیٰ کو دعوے ہے ملاکی نبی کی کتاب کے رو سے یہ ضروری تھا کہ اوس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا مگر الیاس تو اب تک نہ آیا۔ درحقیقت یہودیوں کیطرف سے یہ بڑی حجت ہے جس کا جواب حضرت عیسیٰ صفائی سے نہیں دے سکے۔ یہ قرآن شریف کا حضرت عیسیٰ پر احسان ہے جو اون کی نبوت کا اعلان فرمایا اور کفارہ کا مسئلہ تو حضرت عیسیٰ نے آپ رد کر دیا ہے جبکہ کہا کہ میری یونس نبی کی مثال ہے جو تین دن زندہ مچھلی کے پیٹ میں رہا اب اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت صلیب پر مر گئے تھے تو اون کو یونس سے کیا مشابہت اور یونس کو اون سے کیا نسبت۔ اس تمثیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہیں۔ صرف یونس کی طرح بیہوش ہو گئے تھے اور نسخہ مرہم عیسیٰ جو قریباً تمام طبی کتابوں میں پایا جاتا ہے اس کے عنوان میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ کے لئے طیار کیا گیا تھا یعنی اون کی چوٹوں کے لئے جو صلیب پر آئی تھیں۔ اگر در خانہ کس است ہمین قدر بس است۔

خاتمہ رسالہ نجات حقیقی کے بیان میں

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس رسالہ کے اخیر میں نجات حقیقی کا کچھ ذکر کیا جائے۔ کیونکہ تمام اہل مذاہب کا کسی مذہب کی پیروی سے یہی مدعا اور مقصد ہے کہ نجات حاصل ہو مگر افسوس کہ اکثر لوگ نجات کے حقیقی معنوں سے بیخبر اور غافل ہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک نجات کے یہ معنے ہیں کہ گناہ کے مواخذہ سے رہائی ہو جاوے۔ لیکن دراصل نجات کے یہ معنے نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص نہ زنا کرے نہ چوری کرے نہ جھوٹی گواہی نہ خون کرے اور نہ کسی اور گناہ کا جہانتک اسکو علم ہے ارتکاب کرے اور باایں ہمہ نجات کی کیفیت سے بے نصیب اور محروم ہو۔ کیونکہ دراصل نجات اوس دائمی خوشحالی کے حصول کا نام ہے جسکی بھوک اور پیاس انسانی فطرت کو لگا دی گئی ہے جو محض خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت اور اوس کی پوری معرفت اور اوس کے پورے تعلق کے بعد حاصل ہوتی ہے جس میں شرط ہے کہ دونوں طرف سے محبت جوش مارے لیکن بسا اوقات انسان اپنی غلط کاریوں سے ایسی چیزوں میں اپنی اوس خوشحالی کو طلب کرتا ہے کہ جن سے آخر کار تکلیف اور ناخوشی اور بھی بڑھتی ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اُس خوشحالی کو طلب کرتے ہیں۔ اور دن رات میخواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھکر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخر کار سکتہ۔ فالج۔ رعشہ۔ اور کزاز اور یا انتڑیوں یا جگر کے پھوڑوں میں مبتلا ہو کر اور یا آتشک اور سوزاک کی قابل شرم مرض سے اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں۔ اور بباعث اس کے کہ انکی قوتیں قبل از وقت تحلیل ہو جاتی ہیں اسلئے وہ طبعی عمر سے بھی بے نصیب رہتے ہیں اور انجام کار اونکو اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ جن چیزوں کو انہوں نے اپنی خوشحالی کا ذریعہ سمجھا تھا دراصل وہی چیزیں انکی ہلاکت کا موجب تھیں اور بعض لوگ دنیوی عزت اور نام وری کے بڑھانے اور مراتب مناصب کے طلب کرنے میں اپنی خوشحالی دیکھتے ہیں اور اپنی زندگی کے اصل مطلب سے ناآشنا رہتے ہیں لیکن آخر کار وہ بھی حسرت سے مرتے ہیں۔ اور بعض اسی خواہش سے دنیا کا مال اکٹھا کرتے رہتے ہیں کہ شاید اسی میں خوشحالی پیدا ہو مگر انجام یہ ہوتا ہے کہ اس اپنے تمام اندوختہ کو چھوڑ کر بڑے درد اور دکھ کے ساتھ اور بڑی تلخیوں کے ساتھ موت کا پیالہ پیتے ہیں۔ سو طالب حق

کے لئے جو قابل غور سوال ہے وہ یہی سوال ہے کہ سچی خوشحالی کیونکر حاصل ہو جو دائمی مسرت اور خوشی کا موجب ہو اور درحقیقت سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچا دے۔ سو ہم قرآن شریف کی ہدایت سے اس دقیق در دقیق نکتہ تک پہنچتے ہین کہ وہ ابدی خوشحالی خدا تعالےٰ کی صحیح معرفت اور پھر اوس یگانہ کی پاک اور کامل اور ذاتی محبت اور کامل ایمان مین ہے جو دل مین عاشقانہ بیقراری پیدا کرے۔ یہ چند لفظ کہنے کو تو بہت تھوڑے ہین لیکن ان کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی متحمل نہین ہو سکتا۔

یاد رہے کہ صحیح معرفت حضرت عزّت جلشانہٗ کی کئی نشانیان ہین انمین سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکی قدرت اور توحید اور علم اور ہر ایک خوبی اور صفت پر کوئی داغ نقص کا نہ لگایا جائے۔ کیونکہ جس ذات کا ذرّہ ذرّہ پر حکم ہے اور جس کے تصرّف مین تمام ذوجین روحون کی اور تمام ہیکل زمین و آسمان کی ہے وہ اگر اپنی قدرتون اور حکمتون اور قوّتون مین ناقص ہو تو اس عالم جسمانی اور روحانی کا کام چل ہی نہین سکتا۔ اگر نعوذ باللہ یہ اعتقاد رکہا جائے کہ ذرّات اور اون کی تمام طاقتین اور ارواح اور انکی تمام قوّتین خود بخود ہین تو ماننا پڑتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا علم اور توحید اور قدرت تینون ناقص ہین وجہ یہ کہ اگر تمام ارواح اور ذرّات خدا تعالےٰ کے ہاتھ سے پیدا شدہ نہین تو کوئی وجہ نہین کہ ہمین اس بات کا یقین ہو کہ خدا تعالےٰ کو انکے اندرونی حالات کا علم ہے اور جبکہ اُس کے علم پر کوئی دلیل قایم نہین بلکہ اُس کے برخلاف دلیل قایم ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہماری طرح خدا تعالےٰ بھی اُن چیزون کی اصل کنہ سے بیخبر ہے اور اُسکا علم اُنکے پوشیدہ در پوشیدہ اسرار پر محیط نہین ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جیسے مثلاً ایک دوا اپنے ہاتھ سے طیار کی جاتی ہے یا اپنی نظر کے سامنے ایک شربت یا گولیان یا چند دواؤن کا عرق طیّار کیا جاتا ہے تو بوجہ اسکے کہ ہم خود اوس نسخہ کے بنانے والے ہین ہمین ان تمام دواؤن کا پورا علم ہوتا ہے اور ہم بخوبی جانتے ہین کہ یہ فلان فلان دوا ہے اور فلان فلان وزن کے ساتھ اس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ لیکن اگر کوئی عرق یا گولیان یا شربت ایسا مجہول الکنہ ہو جسکو ہم نے بنایا نہین اور نہ ہم اُن اجزا کو جدا جدا کر سکتے ہین تو ہم ضرور ان دواؤن سے بے خبر ہونگے۔ اور یہ بات کہ جو کہی جاتی ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کو ذرّات

اور ارواح کا بنانے والا مان لیا جائے تو ساتھ ہی ماننا پڑیگا کہ بالضرور خدا تعالےٰ کو اُن تمام ذرّات اور ارواح کی پوشیدہ قوّتون اور طاقتون کا علم بھی ہے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ وہ خود اُن قوّتون اور طاقتون کا بنانیوالا ہے اور بنانیوالا اپنی بنائی ہوئی چیز سے بیخبر نہین ہوتا۔ لیکن اگر یہ صورت ہو کہ وہ اُن قوّتون اور طاقتون کا بنانے والا نہین ہے تو کوئی برہان اسپر قایم نہین ہو سکتی کہ اوس کو ان تمام قوّتون اور طاقتون کا علم بھی ہے اگر تم بغیر دلیل کے کہو کہ اوس کو علم ہے تو یہ ایک تحکم ہے اور محض ایک دعویٰ ہے لیکن جیساکہ یہ دلیل ہمارے ہاتھ مین ہے کہ بنانیوالا ضرور اپنی بنائی ہوئی چیز کا علم رکہتا ہے اس کے مقابل پر کونسی دلیل آپکے ہاتھ مین ہے کہ جو چیزین اپنے ہاتھ سے خدا تعالےٰ نے بنائی نہین اُس کو اُنکی تمام پوشیدہ قوّتون اور طاقتون کا علم ہے کیونکہ وہ چیزین خدا تعالےٰ کے وجود کا عین تو نہین تا جیساکہ اپنے وجود پر اطلاع ہوتی ہے انپر بھی اطلاع ہو بلکہ وہ تمام چیزین آریہ سماج کے اعتقاد کے رو سے اپنے اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہین اور آپ ہی انادی اور قدیم ہین اور بوجہ غیر مخلوق اور قدیم ہونیکے پرمیشر سے ایسی بے تعلق ہین کہ اگر اُس پرمیشر کا مرنا بھی فرض کر لین تو اُن چیزون کا کچھ بھی حرج نہین کیونکہ جس حالت مین پرمیشر اُن قوّتون اور طاقتون کا پیدا کرنیوالا نہین تو وہ چیزین اپنی بقا مین کبھی پرمیشر کی محتاج نہین جیساکہ اپنے پیدا ہونے مین محتاج نہین۔ اور خدا تعالےٰ کے دو نام ہین ایک حیّ دوسرا قیّوم حیّ کے یہ معنے ہین کہ خود بخود زندہ اور دوسری چیزون کو زندگی بخشنے والا۔ اور قیّوم کے یہ معنے ہین کہ اپنی ذات مین آپ قایم اور اپنی پیدا کردہ چیزون کو اپنے سہارے سے باقی رکہنے والا۔ پس خدا تعالےٰ کے نام قیّوم سے وہ چیز فائدہ اٹھا سکتی ہے جو پہلے اس سے اُس کے نام حیّ سے فائدہ اُٹھا چکی ہو کیونکہ خدا تعالےٰ اپنی پیدا کردہ چیزون کو سہارا دیتا ہے نہ ایسی چیزون کو جنکے وجود اور ہستی کو اُسکا ہاتھ ہی نہین چھوا پس جو شخص خدا تعالےٰ کو حیّ یعنی پیدا کرنیوالا مانتا ہے اُسی کا حق ہے کہ اوسکو قیّوم بھی مانے یعنی اپنی پیدا کردہ کو اپنی ذات سے سہارا دینے والا۔ لیکن جو شخص خدا تعالےٰ کو حیّ یعنی پیدا کرنے والا نہین جانتا اس کا حق نہین ہے کہ اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ وہ اون چیزون کو انکے رہنے مین سہارا دینے والا ہے۔ کیونکہ سہارا دینے کے یہ معنے ہین کہ اگر اوس کا سہارا نہ ہو تو وہ چیزین معدوم

ہو جائین۔ اور ظاہر ہے کہ جن چیزون کا اُسکی طرف سے وجود نہین وہ چیزین اپنے بقائے وجود مین اُسکی محتاج بھی نہین ہو سکتین اور اگر وہ بقائے وجود مین محتاج ہین تو اُس وجود کی پیدائش مین بھی محتاج ہین غرض خدا تعالےٰ کے یہ دونون اسم حیّ و قیّوم اپنی تاثیر مین ایک دوسرے سے تعلق رکہتے ہین کبھی علیحدہ علیحدہ نہین ہو سکتے۔ پس جن لوگون کا یہ مذہب ہے کہ خدا روحون اور ذرّات کا پیدا کرنے والا نہین وہ اگر عقل اور سمجھ سے کچھ کام لین تو اونکو اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ خدا تعالےٰ اُن چیزون کا قیّوم بھی نہین۔ یعنی وہ یہ نہین کہہ سکتے کہ خدا تعالےٰ کے سہارے سے ذرّات یا ارواح پیدا ہوئے ہین بلکہ خدا تعالےٰ کے سہارے کی وہ چیزین محتاج ہین جو اوسکی پیدا کردہ ہین غیر کو جو اپنے وجود مین اُسکا محتاج نہین اوس کے سہارے کی کیون حاجت پڑ گئی۔ یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ اور ہم ابھی یہ بھی لکھ چکے ہین کہ اگر ذرّات اور ارواح کو قدیم سے انادی اور خود بخود مانا جائے تو اس بات پر کوئی دلیل قایم نہین ہو سکتی کہ خدا تعالےٰ کو اون کے پوشیدہ خواص اور دقیق در دقیق طاقتون اور قوّتون کا علم ہے اور یہ کہنا کہ چونکہ وہ اُنکا پرمیشر ہے اس لئے اسکو انکے پوشیدہ خواص اور طاقتون کا علم ہے یہ صرف ایک دعوےٰ ہے جسپر کوئی دلیل نہین کی گئی اور کوئی برہان پیش نہین کی گئی اور نہ کوئی رشتہ عبودیت اور الوہیّت کا ثابت کیا گیا بلکہ وہ اون کا پرمیشر ہی نہین بنتا جس کا کوئی رشتہ خالق ہونے کا ذرّات اور روحون سے نہین وہ اونکا پرمیشر کاہے کا ہوا اور کن معنون سے کہہ سکتے ہین کہ وہ روحون اور ذرّات کا پرمیشر ہے۔ اور یہ اضافت کس بنا پر ہو سکتی ہے کہ خدا روحون اور ذرّات کا پرمیشر ہے یا تو اضافت ملک کی ہوتی ہے جیسے کہا جائے کہ غلام زید۔ یعنی زید کا غلام سو مملوک ہونے کی کوئی وجوہ چاہئین اور کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ کیون آزاد چیزون کو جو اپنے قوی قدیم سے آپ رکہتی ہین پرمیشر کی بلا وجہ ملک قرار دیا جائے۔ اور یا اضافت کسی رشتہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جیساکہ کہا جائے کہ پسر زید لیکن جبکہ ارواح اور ذرّات کا پرمیشر کے ساتھ کوئی رشتہ عبودیت اور ربوبیت نہین۔ تو یہ اضافت بھی ناجائز ہے۔ اور اس حالت مین یہ بات بالکل سچ ہے کہ ایسے بے تعلق روحون کے لئے نہ تو پرمیشر کا وجود کچھ مفید ہے اور نہ اوس کا عدم کچھ مضر ہے بلکہ ایسی حالت مین نجات جس کو آریہ سماج والے مکتی کہتے ہین بالکل غیر ممکن اور ممتنع امر ہے۔ کیونکہ نجات کا تمام

مدار خدا تعالےٰ کی محبت ذاتیہ پر ہے اور محبت ذاتیہ اوس محبّت کا نام ہے جو روحون کی فطرت مین خدا تعالےٰ کیطرف سے مخلوق ہے۔ پھر جس حالت مین ارواح پرمیشر کی مخلوق ہی نہین ہین تو پھر اون کی فطرتی محبّت پرمیشر سے کیونکر ہو سکتی ہے اور کب اور کسوقت پرمیشر نے اون کی فطرت کے اندر ہاتھ ڈالکر یہ محبّت اوس مین رکھ دی۔ یہ تو غیر ممکن ہے وجہ یہ کہ فطرتی محبّت اوس محبّت کا نام ہے۔ جو فطرت کے ساتھ ہمیشہ سے لگی ہوئی ہو۔ اور پیچھے سے لاحق نہ ہو۔ جیساکہ اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین اشارہ فرماتا ہے جیساکہ اوسکا یہ قول ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى یعنی مینے روحون سے سوال کیا کہ کیا مین تمہارا پیدا کنندہ نہین ہون تو روحون نے جواب دیا کہ کیون نہین اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ انسانی روح کی فطرت مین یہ شہادت موجود ہے کہ اوس کا خدا پیدا کنندہ ہے۔ پس روح کو اپنے پیدا کنندہ سے طبعاً و فطرتاً محبّت ہے اس لئے کہ وہ اسی کی پیدا کردہ ہے اور اسی کیطرف اس دوسری آیت مین اشارہ ہے جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔

یعنی روح کا خدائے واحد لاشریک کا طلبگار ہونا اور بغیر خدا کے وصال کے کسی چیز سے سچی خوشحالی نہ پانا یہ انسانی فطرت مین داخل ہے یعنی خدا نے اس خواہش کو انسانی روح مین پیدا کر رکہا ہے جو انسانی روح کسی چیز سے تسلّی اور سکینت بجز وصال الٰہی کے نہین پا سکتی اگر انسانی روح مین یہ خواہش موجود ہے تو ضرور ماننا پڑتا ہے کہ یہ روح خدا کی پیدا کردہ ہے جس مین اس نے یہ خواہش ڈال دی مگر یہ خواہش تو درحقیقت انسانی روح مین موجود ہے اس سے ثابت ہوا کہ انسانی روح درحقیقت خدا کی پیدا کردہ ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر دو چیزون مین کوئی ذاتی تعلق درمیان ہو اوسی قدر اون مین اوس تعلق کی وجہ سے محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جیساکہ ماں کو اپنے بچّہ سے محبت ہوتی ہے۔ اور بچّہ کو اپنی ماں سے کیونکہ وہ اوس کے خون سے پیدا ہوا ہے۔ اور اوس کے رحم مین پرورش پائی ہے۔ پس اگر روحون کو خدا تعالےٰ کے ساتھ کوئی تعلق پیدایش کا درمیان نہین اور وہ قدیم سے خود بخود ہین۔ تو عقل قبول نہین کر سکتی کہ اون کی فطرت مین خدا تعالےٰ کی محبت ہو۔ اور جب اون کی فطرت مین پرمیشر کی محبت نہین تو وہ کسی طرح نجات پا نہین سکتین۔

اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے جو وصال الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ وجہ یہ کہ کوئی محب اپنے محبوب سے جدا نہین رہ سکتا اور چونکہ خدا خود نور ہے اس لئے اوس کی محبت سے نور نجات پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ محبت جو انسان کی فطرت مین ہے خداتعالے کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسی طرح خداتعالے کی محبت ذاتی انسان کی محبت ذاتی مین ایک خارق عادت جوش بخشتی ہے اور ان دونون محبتون کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہو کر بقا باللہ کا نور پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بات کہ دونون محبتون کا باہم ملنا ضروری طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے کہ ایسے انسان کا انجام فنا فی اللہ ہو اور خاکستر کی طرح بے وجود ہو کر (جو حجاب ہے) سراسر عشق الٰہی مین روح غرق ہو جائے۔ اسکی مثال وہ حالت ہے کہ جب انسان پر آسمان سے صاعقہ پڑتی ہے تو اوس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندرونی آگ یکدفعہ باہر آجاتی ہے تو اس کا نتیجہ جسمانی فنا ہوتا ہے پس دراصل یہ روحانی موت بھی اسی طرح دو قسم کی آگ کو چاہتی ہے ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ اور دونون کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہو جاتی ہے جسکے بغیر سلوک تمام نہین ہو سکتا یہی فنا وہ چیز ہے جسپر سالکون کا سلوک ختم ہو جاتا ہے اور جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے۔ اسی فنا کے بعد فضل اور موہبت کے طور پر مرتبہ بقا کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے صراط الذین انعمت علیھم اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا انعام کے طور پر ملا یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر*۔ اور یہ عشق الٰہی کا آخری نتیجہ ہے جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور موت سے نجات ہوتی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی بجز خداتعالے کے کسی کا حق نہین وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے پس انسانون مین سے اسی انسان کو یہ جاودانی زندگی ملتی ہے جو غیرون کی محبت سے اپنا تعلق توڑ کر اور اپنی محبت ذاتی کے ساتھ خداتعالے مین فنا ہو کر تجلی نور سے اس سے حیات جاودانی کا حصہ لیتا ہے اور ایسے شخص کو مردہ کہنا ناروا ہے کیونکہ وہ خدا مین ہو کر زندہ ہو گیا۔ مردے وہ لوگ ہین جو خدا سے دور رہ کر مر گئے۔ پس سخت کافر اور بیدین اور مشرک وہ لوگ ہین جو بغیر پانے محبت ذاتی اور وصال الٰہی کے تمام ارواح کی نسبت انادی اور قدیم زندگی کے قائل ہین بلکہ حق تو یہ ہے کہ کسی چیز کی بجز خدا کے کوئی ہستی نہین محض خدا ہے جس کا نام ہست ہے پھر اوس کے زیر سایہ ہو کر اور اوس کی محبت مین محو ہو کر دوسرون کی روحین حقیقی زندگی پاتی ہین اور اوس کے وصال کے بغیر زندگی حاصل نہین ہو سکتی اسی وجہ سے اللہ تعالے قرآن شریف مین کافرون کا نام مردے رکھتا ہے۔ اور دوزخیون کی نسبت فرماتا ہے انّہ من یات ربّہ مجرما فانّ لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحیی۔ یعنے جو شخص مجرم ہونے کی حالت مین اپنے رب کو ملیگا اوس کے لئے جہنم ہے نہ اوس مین مریگا نہ زندہ جیگا یعنی اس لئے نہین مریگا کہ دراصل وہ تعبد ابدی کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا اسکا وجود ضروری ہے اور اسکو زندہ بھی نہین کہہ سکتے کیونکہ حقیقی زندگی وصال الٰہی سے حاصل ہوتی ہے اور حقیقی زندگی عین نجات ہے اور وہ بجز عشق الٰہی اور وصال حضرت عزت کے حاصل نہین ہو سکتی اگر غیر قومون کو حقیقی زندگی کی فلاسفی معلوم ہوتی تو وہ کبھی دعویٰ نہ کرتے کہ تمام ارواح خود بخود قدیم سے اپنا وجود رکھتی ہین اور حقیقی زندگی سے بہرہ ور ہین۔ اصل بات یہی کہ یہ علوم آسمانی ہین اور آسمان سے ہی نازل ہوتے ہین اور آسمانی لوگ ہی اون کی حقیقت کو جانتے ہین اور دنیا اون سے بے خبر ہے۔

اب ہم پھر اصل مضمون کیطرف رجوع کر کے لکھتے ہین کہ چشمہ نجات ابدی کا وصال الٰہی ہے اور وہی نجات پاتا ہے کہ جو اوس چشمہ سے زندگی کا پانی پیتا ہے اور وہ وصال میسر نہین آسکتا جبتک کہ کامل معرفت اور کامل محبت اور کامل صدق اور کامل ایمان نہ ہو اور کمال معرفت کی پہلی نشانی یہ ہے کہ خداتعالے کے علم کامل پر کوئی داغ نہ لگایا جائے۔ اور ابھی ہم ثابت کر چکے ہین کہ جو لوگ روحون اور ذرات اجسام کو انادی اور قدیم جانتے ہین وہ خداتعالے کو کامل طور پر عالم الغیب نہین سمجھتے اسی وجہ سے فلاسفر یونان کے جو روحون کو انادی اور قدیم سمجھتے تھے یہ عقیدہ رکھتے تھے جو خداتعالے کو جزئیات کا علم نہین کیونکہ جس حالت مین ارواح اور ذرات عالم قدیم اور انادی اور خود بخود ہین اور ان کے وجود خداتعالے کیطرف سے نہین ہین تو کوئی دلیل اس پر قایم نہین ہو سکتی کہ اون کی دقیق در دقیق طاقتون اور قوتون اور پوشیدہ اسرار کا خدا کو علم ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ علم کامل جو اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی چیزون کے پوشیدہ حالات کی نسبت مع تمام کیفیات اور تفاصیل کے ہو سکتا ہے اس کے برابر ممکن نہین کہ دوسری چیزون کے پوشیدہ حالات بتمام و کمال معلوم ہو سکین بلکہ دوسرے علوم مین خطا اور غلطی کا احتمال رہ سکتا ہے پس اس جگہ روحون اور ذرات کے انادی اور قدیم کہنے والون کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ علم ارواح اور ذرات کا جو خدا کی شان کے مناسب حال ہو۔ یعنی جیسا کہ خدا کامل ہے وہ علم بھی کامل ہو اس عقیدہ کے رو سے (جو روحون اور ذرات کو قدیم اور انادی جاننے کا عقیدہ ہے) اُنکے پرمیشر کو حاصل نہین اور اگر کوئی کہے کہ حاصل ہے تو یہ بار ثبوت اُسکے ذمہ ہے کہ دلیل واضح سے اسکو ثابت کرے نہ محض دعوے سے ظاہر ہے۔ کہ جس حالت مین روحین قدیم سے خود بخود اور اپنے وجود کی آپ خدا ہین تو اس صورت مین گویا وہ تمام روحین کسی علیحدہ محلہ مین مستقل قبضہ کے ساتھ رہتی ہین اور پرمیشور علیحدہ رہتا ہے کوئی تعلق درمیان نہین اور اس امر کو حجہ کچھ نہین تبلا سکتے کہ تمام روحین اور تمام ذرات باوجود انادی اور قدیم اور خود بخود ہونیکے پرمیشر کے ماتحت کیونکر ہو گئین کیا کسی لڑائی اور جنگ کے بعد یہ صورت ظہور مین آئی یا خود بخود روحون نے کچھ مصلحت سوچکر اطاعت قبول کر لی اور بموجب اون کے عقیدہ کے پرمیشر دیالو اور دیاکاری تو ضرور ہے مگر پھر بھی نہ وہ رحم کرتا ہے نہ انصاف کیونکہ وہ محض اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے مکتی یافتہ روحون کو ہمیشہ کے لئے نجات نہین دیتا۔ وجہ یہ اگر ہمیشہ کے لئے روحون کو نجات دیدے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی وقت تمام روحین نجات پا کر بار بار دنیا مین آنے سے فراغت پا جائین۔ اور پرمیشر کی یہ خواہش ہے کہ دنیا کا سلسلہ بھی جاری رہے تا اوس کی حکومت کی رونق بنی رہے اس لئے وہ کسی روح کو ہمیشہ کی نجات دینا ہی نہین چاہتا بلکہ گو کوئی روح اوتار یا رشی یا سدھ کے درجہ تک بھی پہونچ گئی ہے پھر بھی بار بار اوس کو آواگون کے چکر مین ڈالتا ہے۔ مگر کیا ہم خداوند قادر اور کریم کیطرف ایسے صفات رذیلہ منسوب کر سکتے ہین کہ ہمیشہ وہ اپنے بندون کو دکھ دیکر خوش ہوتا ہے مگر کبھی ابدی آرام اونکو دینا نہین چاہتا خداۓ قدوس اور پاک کی نسبت اسقدر بخل منسوب نہین ہو سکتا۔ افسوس ایسے بخل کی تعلیم عیسائیون کی کتابون مین بھی پائی جاتی ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہین کہ جو شخص عیسےٰ کو خدا نہین کہیگا۔ وہ جاودانی جہنم مین پڑے گا۔ مگر خداتعالے نے ہمین یہ تعلیم نہین دی بلکہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ کفار ایک مدت دراز تک عذاب مین رہ کر آخر وہ خداتعالے کے رحم سے کچھ حصہ لین گے جیسا کہ حدیث مین بھی ہے یاتی علیٰ جہنم زمان لیس فیہا احد ونسیم الصبا تحرک ابوابہا یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس مین کوئی بھی نہین ہوگا اور نسیم صبا اوس کے کواڑ ہلائیگی۔ اسی کے مطابق قرآن شریف مین یہ آیت ہے الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید یعنے دوزخی دوزخ مین ہمیشہ رہین گے لیکن جب خدا چاہے گا تو اونہین دوزخ سے مخلصی دیگا کیونکہ تیرا رب جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ یہ تعلیم خداتعالے کی صفات کاملہ کی مطابق ہے۔ کیونکہ اُس کی صفات جلالی بھی ہین اور جمالی بھی۔ اور وہی زخمی کرتا ہے اور وہی مرہم لگاتا ہے * اور یہ بات نہایت نامعقول اور خداے عزوجل کے صفات کاملہ کے برخلاف ہے کہ دوزخ مین ڈالنے کے بعد ہمیشہ اوس کی صفات قہریہ ہی جلوہ گر ہوتی رہین۔ اور کبھی صفت رحم اور عفو کی جوش نہ مارے۔ اور صفات کرم اور رحم کے ہمیشہ کے لئے معطل کی طرح رہین۔ بلکہ جو کچھ خداتعالے نے اپنی کتاب عزیز مین فرمایا ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت دراز تک جس کو انسانی کمزوری کے مناسب حال استعارہ کے رنگ مین ابد کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ دوزخی دوزخ مین رہین گے اور پھر صفت رحم اور کرم تجلی فرمائیگی اور خدا اپنا ہاتھ دوزخ مین ڈالے گا اور جسقدر خدا کی مٹھی مین آجائین گے سب دوزخ سے نکالے جائینگے پس اس حدیث مین بھی آخر کار سب کی نجات کیطرف اشارہ ہے + کیونکہ خدا کی مٹھی خدا کی طرح غیر محدود ہے جس سے کوئی بھی باہر نہین رہ سکتا۔

* انسان چونکہ بوجہ اپنی بشریت کی کمزوری کے ایسے اعمال بجا نہین لا سکتا جن سے بے انتہا اور غیر محدود نعمتون کا مستحق [illegible] ہو جائے اور بغیر حصول ان نعمتون کے سچی اور حقیقی نجات [illegible] نہین سکتا اسلئے انسان جب اپنی قوت اور طاقت کی حد تک مجاہدہ اور جب تپ کر لیتا ہے تب عنایت الٰہی اسکی کمزوری پر رحم کر کے محض فضل سے اسکی دستگیری کرتی ہے اور موہبت کے طور پر وصال الٰہی کا وہ انعام اس کو دیتی ہے جو پہلے اس سے راستبازون کو دیا گیا تھا۔ منہ

* یہ بات نہایت غیر معقول ہے کہ انسان ایسی ابدی سزا دی جائے کہ جیسا خدا ہمیشہ کے لئے ہے ایسا ہی خدا کی ابدیت کے موافق ہمیشہ دوزخی دوزخ مین رہین آخر ان کے تصور فہم مین خدا الٰہی دخل ہے کیونکہ اسی نے ایسی قوتین پیدا کین جو کمزور تہین پس دوزخیون کا حق ہے جو اوس کمزوری سے فائدہ اٹھاوین۔ جو اون کی فطرت کو خدا کی طرف سے ملی ہے۔ منہ

+ نجات سے یہ لازم نہین آتا کہ سب لوگ ایک مرتبہ پر ہو جائینگے بلکہ جن لوگون نے دنیا مین خدا کو اختیار کر لیا اور خدا کی محبت مین محو ہو گئے اور صراط مستقیم پر قایم ہو گئے اون کے خاص مراتب ہین دوسرے لوگ اوس مرتبہ تک پہنچ نہین سکتے۔ منہ

یادر ہے کہ جس طرح ستارے ہمیشہ نوبت بنوبت طلوع کرتے رہتے ہیں اسی طرح خدا کے صفات بھی طلوع کرتے رہتے ہین - کبھی انسان خدا کے صفات جلالیہ اور استغناء ذاتی کی پرتوہ کے نیچے ہوتا ہے اور کبھی صفات جمالیہ کا پرتوہ اوسپر پڑتا ہے - اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

کل یوم ھو فی شان - پس یہ سخت نادانی کا خیال ہے کہ ایسا گمان کیا جائے کہ بعد اسکے کہ مجرم لوگ دوزخ مین ڈالے جائینگے - پھر صفات کرم اور رحم ہمیشہ کے لئے معطّل ہو جائینگی - اور کبھی اون کی تجلّی نہین ہوگی - کیونکہ صفات الٰہیہ کا تعطّل ممتنع ہے - بلکہ حقیقی صفت خداتعالےٰ کی محبّت اور رحم ہے اور وہی امّ الصفات ہے اور وہی کبھی انسانی اصلاح کے لئے صفات جلالیہ اور غضبیہ کے رنگ مین جوش مارتی ہے - اور جب اصلاح ہوجاتی ہے - تو محبت اپنے رنگ مین ظاہر ہوجاتی ہے اور پھر بطور موہبت ہمیشہ کے لئے رہتی ہین - خدا ایک چڑچڑہ انسان کی طرح نہین ہے جو خواہ نخواہ عذاب دینے کا شایق ہو - اور وہ کسی پر ظلم نہین کرتا بلکہ لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہین - اوس کی محبّت مین تمام نجات اور اوس کو چھوڑنے مین تمام عذاب ہے -

یہہ تو آریہ سماج والون کی خدادانی کی تعلیم ہے اور اوس تعلیم کے رو سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہر ایک جو خداتعالےٰ کی جناب مین کوئی عزت پاتا ہے خواہ اوتار بن جاتا ہے یا رشی اور خواہ خود ایسا شخص جس پر وید نازل ہون - اوس کی عزّت کسی بہرہ کے لائق نہین ہوتی بلکہ وہ ہزارہا مرتبہ عزّت کی کرسی سے نیچے ڈالدیا جاتا ہے - اور یا تو وہ پرمیشر کا بڑا پیارا اور مقرب اور اوتار اور رشی اور ایسا ایسا تھا اور یا پھر آواگون کے چکّر مین اگر کوئی کیڑا مکوڑا بن جاتا ہے جاودانی نجات کبھی اس کو نصیب نہین ہوتی اسجگہ ہی مرنے کا دغدغہ پھر مرنے کے بعد دوبارہ آواگون کے عذاب کا دغدغہ - غرض یہ تو خداتعالےٰ کا حق ادا کیا گیا ایک طرف تمام ارواح اور ذرّات قدیم اور خود بخود ہونے مین اوس کے شریک ٹھیرائے گئے - اور دوسری طرف پرمیشر کو ایسا بخیل قرار دیا گیا کہ باوجودیکہ طاقت رکھتا ہے اور سرب شکتی مان ہے - مگر پھر بھی کسی کو نجات ابدی دینا نہیں چاہتا -

پھر انسانون کو پاک ہونے کے بارے مین جو کچھہ وید نے سکھلایا ہے - اوسکی تمام حقیقت [illegible] کی تعلیم سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے - جسکا [illegible]

کی خواہش سے کسی دوسرے مرد سے ہم بستر کرا سکتا ہے - اور جب تک وہ عورت اس [illegible] کام سے گیارہ بچے حاصل نہ کرلے وہ اوس بیگانہ شخص سے ہر روز ہم بستر رہ سکتی ہے - اب ہم اس جملہ معترضہ سے اپنے اصل مطلب کیطرف آتے ہین اور وہ یہ کہ آریون کے اصول کے مطابق اون کا پرمیشر عالم الغیب نہین ہوسکتا اور اون کے پاس پرمیشر کے عالم الغیب ہونے پر کوئی دلیل نہین -

ایسا ہی عیسائی عقیدہ کی رو سے خداتعالیٰ عالم الغیب نہین ہے - کیونکہ جس حالت مین حضرت عیسےٰ کو خدا قرار دیا گیا ہے اور وہ خود اقرار کرتے ہین کہ مین جو خدا کا بیٹا ہون مجھے قیامت کا علم نہین پس اس سے بجز اس کے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ خدا کو قیامت کا علم نہین کہ کب آئیگی -

پھر دوسری شاخ معرفت صحیحہ کی خداتعالیٰ کی کامل قدرت کا شناخت کرنا ہے - لیکن اس شاخ مین بھی آریہ سماج والے اور حضرت پادریان اپنے خدا پر داغ لگا رہے ہین -

آریہ سماج والے اس طرح سے کہ وہ اپنے پرمیشر کو روحون اور ذرّات عالم کے پیدا کرنے پر قادر ہی نہین جانتے اور نہ اس بات پر قادر سمجھتے ہین کہ اون کا پرمیشر کسی روح کو جاودانی مکتی دے سکے -

ایسا ہی حضرات پادری صاحبان بھی اپنے خدا کو قادر نہین سمجھتے - کیونکہ اون کا خدا اپنے مخالفون کے ہاتھ سے مارین کھاتا رہا - زندان مین داخل کیا گیا کوڑے لگے صلیب پر کھینچا گیا - اگر وہ قادر ہوتا تو اتنی ذلّتین باوجود قادر ہونے کے ہرگز نہ اٹھاتا - اور نیز اگر وہ قادر ہوتا تو اس کے لئے کیا ضرورت تھی کہ اپنے بندون کو نجات دینے کے لئے یہ تجویز سوچتا کہ آپ مرجائے اور اس طریق سے بندے رہائی پاوین - جو شخص خدا ہو کر تین دن تک مرا رہا اسکی قدرت کا نام لینا ہی قابل شرم بات ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ خدا تو تین دن تک مرا رہا لیکن اوس کے بندے تین دن تک بغیر خدا کے ہی جیتے رہے -

اور پھر ان لوگون کی توحید کا یہ حال ہے کہ آریہ سماج والے تو ذرّہ ذرّہ اور تمام ارواح کو خود بخود موجود ہونے مین اپنے پرمیشر کے شریک ٹھہراتے ہین اور اُن کے وجود اور بقاء کو محض انہین کی طاقت اور قوت کی طرف منسوب کرتے ہین اور یہ محض شرک ہے -

رہے عیسائی سو اُن کا یہ حال ہے کہ وہ صریح توحید کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہین یعنی وہ تین خدا مانتے ہین یعنی باپ بیٹا روح القدس اور یہ جواب اون کا سراسر فضول ہے کہ ہم تین کو ایک جانتے ہین - ایسے بیہودہ جواب کو کوئی عاقل تسلیم نہین کرسکتا جبکہ یہ تینون خدا مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہین اور علیحدہ علیحدہ پورے خدا ہین تو وہ کونسا حساب ہے جس کے رو سے وہ ایک ہوسکتے ہین اس قسم کا حساب کس سکول یا کالج مین پڑھایا جاتا ہے کیا کوئی منطق یا فلاسفی سمجھا سکتی ہے کہ ایسے مستقل تین ایک کیونکر ہوگئے - اور اگر کہو کہ یہ راز ہے کہ جو انسانی عقل سے برتر ہے تو یہ دھوکہ دہی ہے کیونکہ انسانی عقل خوب جانتی ہے کہ اگر تین کو تین کامل خدا کہا گیا تو تینون کامل کو بہرحال تین ہی کہنا پڑیگا نہ ایک - اور اس تثلیث کے عقیدہ کو نہ صرف قرآن شریف رد کرتا ہے بلکہ توریت بھی رد کرتی ہے کیونکہ وہ توریت جو موسیٰ کو دیگئی تھی اس مین اس تثلیث کا کچھہ بھی ذکر نہین اشارہ تک نہین ورنہ ظاہر ہے کہ اگر توریت مین بھی ان خداؤن کی نسبت تعلیم ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ یہودی اُس تعلیم کو فراموش کر دیتے کیونکہ اول تو یہودیون کو توحید کی تعلیم یاد رکھنے کے لئے سخت تاکید کی گئی تھی یہانتک کہ حکم تھا کہ ہر ایک یہودی اوس تعلیم کو حفظ کرے اور اپنے گھر کے چوکٹون پر اوسکو لکھہ چھوڑین اور اپنے بچون کو سکھا دین اور پھر علاوہ اس کے اُسی توحید کی تعلیم کے یاد دلانے کے لئے متواتر خداتعالےٰ کے نبی یہودیون مین آتے رہے اور وہی تعلیم سکھلاتے رہے - پس یہ امر بالکل غیر ممکن اور محال تھا کہ یہودی لوگ باوجود اسقدر تاکید اور اسقدر تواتر انبیاء کے تثلیث کی تعلیم کو بھول جاتے اور بجائے اس کے توحید کی تعلیم اپنی کتابون مین لکھہ لیتے اور وہی بچّون کو سکھاتے اور آنیوالے صدہا نبی بھی اُسی توحید کی تعلیم کو دوبارہ تازہ کرتے - ایسا خیال تو سراسر خلاف عقل و قیاس ہے جیسے اس بارے مین خود کوشش کرکے بعض یہودیون سے حلفاً دریافت کیا تھا کہ توریت مین خداتعالےٰ کے بارے مین آپ لوگون کو کیا تعلیم دی گئی تھی کیا تثلیث کی تعلیم دیگئی تھی - یا کوئی اور تو ان یہودیون نے مجھے خط لکھے جو ابتک میرے پاس موجود ہین اور ان خطوط مین بیان کیا کہ توریت مین تثلیث کی تعلیم کا نام و نشان نہین بلکہ خداتعالےٰ کے بارہ مین توریت کی وہی تعلیم ہے جو قرآن کی تعلیم ہے - پس افسوس ہے ایسی قوم پر جو ایسے اعتقاد پر اڑی ہوئی ہے کہ نہ تو وہ تعلیم توریت مین موجود ہے اور نہ قرآن شریف مین ہے - بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تثلیث کی تعلیم انجیل مین بھی جہان جہان تعلیم کا بیان ہے اُن تمام مقامات مین تثلیث کی نسبت اشارہ تک نہین بلکہ خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتی ہے چنانچہ بڑے بڑے معاند پادریون کو یہ بات ماننی پڑی ہے کہ انجیل مین تثلیث کی تعلیم نہین - اب یہ سوال ہوگا کہ عیسائی مذہب مین تثلیث کہان سے آئی اسکا جواب محقق عیسائیون نے یہ دیا ہے کہ یہ تثلیث یونانی عقیدہ سے لی گئی ہے یونانی لوگ تین دیوتاؤن کو مانتے تھے جیسطرح ہندو تین مورتی کے قایل ہین - اور جب پولوس نے یہودیون کی طرف رُخ کیا اور چونکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح یونانیون کو عیسائی مذہب مین داخل کرے اسلئے اوسنے یونانیون کے خوش کرنے کیلئے

* شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا اپنی قدرت کے نمونے ہمین دکھاتا ہے تا ہمیشہ ہمارا ایمان تازہ ہو جیسا کہ اس نے ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ سے پہلے چار دفعہ متفرق زمانون مین مجھے اپنی وحی کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ پنجاب مین ایک سخت زلزلہ آنیوالا ہے - سو وہ شدید زلزلہ ۴ - اپریل ۱۹۰۵ء کو منگل کی صبح کو آگیا اور وہ موسم بہار تھا اور پھر اوس خدائے قادر نے مجھے اطلاع دی کہ پھر موسم بہار مین شدید زلزلے آنیوالے ہین سو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو عین موسم بہار مین ایک شدید زلزلہ آیا چنانچہ کوہ منصوری مین اسقدر اسکا صدمہ محسوس ہوا کہ لوگ بے حواس ہوگئے اور انہین ایام مین امریکہ کے بعض حصّون مین بھی ایک شدید زلزلہ آیا جس سے کئی شہر ہلاک ہوگئے پس خدا درحقیقت وہی خدا ہے جو اب بھی اپنی وحی کے ذریعہ سے اپنی زندہ قدرتین ہمپر ظاہر کرتا ہے

[illegible]

* وہ اعتقاد جو قرآن شریف نے سکھایا ہے یہ ہے کہ جیسا خدا نے ارواح کو پیدا کیا ہے ایسا ہی وہ اون کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے اور انسانی روح اسکی موہبت اور فضل سے ابدی حیات پاتی ہے نہ اپنی ذاتی قوت سے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے خدا کی پوری محبت اور پوری اطاعت اختیار کرتے ہین اور پورے صدق اور وفاداری سے اُسکے آستانہ پر جھکتے ہین اونکو خاص طور پر ایک کامل زندگی بخشی جاتی ہے اور اونکی فطرتی حواس مین بھی بہت تیزی عطا کیجاتی ہے اور انکی فطرت کو ایک نور بخشا جاتا ہے جس نور کیوجہ سے ایک فوق العادت روحانیت اونمین جوش مارتی ہے اور تمام روحانی طاقتین جو دنیا مین وہ رکھتے تھے موت کے بعد بہت وسیع کیجاتی ہین اور نیز مرنے کے بعد وہ اپنی [illegible] کیوجہ سے جو حضرت عزت سے رکھتے ہین آسمان پر اٹھائے جاتے ہین جسکو شریعت کی اصطلاح مین رفع کہتے ہین لیکن جو مومن نہین اور خداتعالےٰ سے صاف تعلقات نہین رکھتے یہ زندگی اونکو نہین ملتی اور نہ یہ صفتون کو حاصل ہوتے ہین اسلئے وہ مُردہ کے حکم مین ہوتے ہین - پس اگر خداتعالےٰ روحون کا پیدا کرنیوالا نہ ہوتا تو وہ اپنے قادرانہ تصرف سے مومن اور غیر مومن مین یہ فرق کیونکر دکھلا سکتا تھا

بجائے تین دیوتاؤں کے تین اقنوم اس مذہب مین قایم کر دیئے۔ وہ نہ حضرت عیسیٰ کی بلا کو بھی معلوم نہ تہا کہ اقنوم کس چیز کا نام۔ اون کی تعلیم خدا تعالےٰ کی نسبت تمام نبیوں کی طرح ایک سادہ تعلیم تہی کہ خدا واحد لاشریک ہے پس یاد رکہنا چاہیئے کہ یہ مذہب جو عیسائی مذہب کے نام سے شہرت دیا جاتا ہے دراصل پولوسی مذہب ہے نہ مسیحی۔ کیونکہ حضرت مسیح نے کسی جگہ تثلیث کی تعلیم نہین دی اور وہ جب تک زندہ رہے خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتے رہے اور بعد اون کی وفات کے اون کا بہائی یعقوب بہی جو اون کا جانشین تہا اور ایک بزرگ وار انسان تہا توحید کی تعلیم دیتا رہا اور پولوس نے خواہ نخواہ اس بزرگ سے مخالفت شروع کر دی اور اوس کے عقاید صحیح کے مخالف تعلیم دینا شروع کیا اور انجام کار پولوس اپنے خیالات مین یہانتک بڑہا کہ ایک نیا مذہب قایم کیا اور توریت کی پیروی سے اپنی جماعت کو بکلی علیحدہ کر دیا۔ اور تعلیم دی کہ مسیحی مذہب مین مسیح کے کفارہ کے بعد شریعت کی ضرورت نہین اور خون مسیح گناہون کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ توریت کی پیروی ضروری نہین اور پہر ایک اور گند اس مذہب مین ڈالدیا کہ اون کے لئے سور کہانا حلال کر دیا۔ حالانکہ حضرت مسیح انجیل مین سور کو ناپاک قرار دیتے ہین۔ تب ہی تو انجیل مین اون کا قول ہے کہ اپنے موتی سورون کے آگے مت پھینکو۔ پس جبکہ پاک تعلیم کا نام حضرت مسیح نے موتی رکہا ہے تو اس مقابلہ سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ پلید کا نام انہون نے سور رکہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یونانی سور کو کہایا کرتے تہے جیساکہ آجکل تمام یورپ کے لوگ سور کہاتے ہین۔ اس لئے پولوس نے یونانیون کے تالیف قلوب کے لئے سور بہی اپنی جماعت کے لئے حلال کر دیا۔ حالانکہ توریت مین لکہا ہے کہ وہ ابدی حرام ہے اور اوس کا چہونا بہی ناجائز ہے۔ غرض اس مذہب مین تمام خرابیان پولوس سے پیدا ہوئین۔ حضرت مسیح تو وہ بے نفس انسان تہے جنہون نے یہ بہی نہ چاہا کہ کوئی انکو نیک انسان کہے۔ مگر پولوس نے اون کو خدا بنا دیا۔ اور انجیل مین لکہا ہے کہ کسی نے حضرت مسیح کو کہا کہ اے نیک استاد۔ انہون نے اسکو کہا کہ تو مجھے کیون نیک کہتا ہے انکا وہ کلمہ جو صلیب پر چڑہائے جانے کے وقت اُنکے مُنہ سے نکلا کیسا توحید پر دلالت کرتا ہے کہ انہین نے نہایت عاجزی سے کہا ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیون چہوڑ دیا کیا

جو شخص اس عاجزی سے خدا کو پکارتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ خدا میرا رب ہے اوس کی نسبت کوئی عقلمند گمان کر سکتا ہے کہ اوس نے درحقیقت خدائی کا دعوے کیا تھا اصل بات یہ ہے کہ جن لوگون کو خدا تعالےٰ سے محبت ذاتیہ کا تعلق ہوتا ہے بسا اوقات استعارہ کے رنگ مین خدا تعالےٰ ان کی ایسے کلمے اُنکی نسبت کہلا دیتا ہے کہ نادان لوگ اون کی اون کلمون سے خدائی ثابت کرنا چاہتے ہین چنانچہ میری نسبت مسیح سے بھی زیادہ وہ کلمات فرمائے گئے ہین٭ جیساکہ اللہ تعالےٰ مجھے مخاطب کرکے فرماتا ہے

یا قمرُ یا شمسُ انتَ منّی وانا منک

یعنی اے چاند اور اے سورج تو مجھ سے ہے اور مین تجھ سے۔ اب اس فقرہ کو جو شخص چاہے کسی طرف کھینچ لے مگر اصل معنے اس کے یہ ہین کہ اول خدا نے مجھے قمر بنایا کیونکہ مین قمر کی طرح اُس حقیقی شمس سے ظاہر ہوا اور پھر آپ قمر بنا کیونکہ میرے ذریعہ سے اوسکے جلال کی روشنی ظاہر ہوئی اور ہوگی یعقوب حضرت عیسےٰ کا بہائی جو مریم کا بیٹا تہا وہ درحقیقت ایک راستباز آدمی تہا وہ تمام باتون مین توریت پر عمل کرتا تہا اور خدا کو واحد لاشریک جانتا تہا اور سور کو حرام سمجھتا تہا اور یہودیون کی طرح بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتا تہا اور جیساکہ چاہیئے تہا وہ اپنے تئین ایک یہودی سمجھتا تہا صرف یہ تہا کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا لیکن پولوس نے بیت المقدس سے بھی نفرت دلائی آخر خدا تعالےٰ کی غیرت نے اوسکو پکڑا اور ایک بادشاہ نے اُسکو سولی دیدیا اور اس طرح پولوس کا خاتمہ ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صادق اور خدا کی طرف سے تہے اس لئے وہ سولی سے نجات پا گئے اور خدا تعالےٰ نے اُنکو سولی پر سے زندہ بچا لیا۔ لیکن چونکہ پولوس نے

سچائی کو چہوڑ دیا تہا اسلئے وہ لکڑی پر لٹکایا گیا۔ یاد رہے کہ پولوس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی مین آپ کا جانی دشمن تھا اور پھر آپ کی وفات کے بعد جیساکہ یہودیون کی تاریخ مین لکہا ہے اُس کے عیسائی ہونیکا موجب اسکے اپنے بعض نفسانی اغراض تھے جو یہودیون سے وہ پورے نہ ہو سکے اس لئے وہ اُنکو خرابی پہنچانے کے لئے عیسائی ہو گیا اور ظاہر کیا کہ مجھے کشف کے طور پر حضرت مسیح ملے ہین اور مین اون پر ایمان لایا ہون اور اوس نے پہلے پہل تثلیث کا خراب پودہ دمشق مین لگایا اور یہ پولوسی تثلیث دمشق سے ہی شروع ہوئی اسی کی طرف احادیث نبویہ مین اشارہ کرکے کہا گیا کہ آنیوالا مسیح دمشق کی مشرقی طرف نازل ہوگا یعنی اوس کے آنے پر تثلیث کا خاتمہ ہوگا اور انسانی دل توحید کیطرف رغبت کرتے جائینگے۔ اور مشرقی طرف سے مسیح کا نازل ہونا اُسکے غلبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ روشنی جب ظاہر ہوتی ہے تو تاریکی پر غالب آجاتی ہے۔ ٭

صاف ظاہر ہے کہ اگر پولوس حضرت مسیح کے بعد ایک رسول کے رنگ مین ظاہر ہونے والا تہا۔ جیساکہ خیال کیا گیا ہے تو ضرور حضرت مسیح اُس کی نسبت کچہہ خبر دیتے خاص کرکے اسوجہ سے تو خبر دینا نہایت ضروری تہا کہ جبکہ پولوس حضرت عیسیٰ کی حیات کے تمام زمانہ مین حضرت عیسےٰ سے سخت برگشتہ رہا اور اُنکے دُکہہ دینے کے لئے طرح طرح کے منصوبے کرتا رہا تو ایسا شخص اُن کی وفات کے بعد کیونکر امین سمجہا جا سکتا ہے۔ بجز اسکے کہ خود حضرت مسیح کی طرف سے اُسکی نسبت کُہلی کُہلی پیشگوئی پائی جائے۔ اور اسمین صاف طور پر درج ہو کہ اگرچہ پولوس میری حیات مین میرا سخت مخالف رہا ہے اور مجھے دُکہہ دیتا رہا ہے لیکن میرے بعد وہ خدا تعالےٰ کا رسول اور نہایت مقدس آدمی ہو جائیگا بالخصوص جبکہ پولوس ایسا آدمی تہا کہ اوس نے موسیٰ کی توریت کے برخلاف اپنی طرف سے نئی تعلیم دی سور حلال کیا ختنہ کی رسم تو توریت مین ایک مؤکد رسم تھی اور تمام نبیون کا ختنہ ہوا تہا۔ . . . . . .

اور خود حضرت مسیح کا بھی ختنہ ہوا تھا وہ قدیم حکم الٰہی منسوخ کر دیا اور توریت کی توحید کی جگہ تثلیث

قایم کر دی تھا اور توریت کے احکام پر عمل کرنا غیر ضروری ٹھہرایا اور بیت المقدس سے بھی انحراف کیا تو ایسے آدمی کی نسبت جسنے موسوی شریعت کو زیر و زبر کر دیا ضرور کوئی پیشگوئی چاہیئے تھی پس جبکہ انجیل مین پولوس کے رسول ہونے کے بارے مین خبر نہین اور حضرت عیسےٰ سے اوس کی عداوت ثابت اور توریت کے ابدی احکام کا وہ مخالف تو اوسکو کیون اپنا مذہبی پیشوا بنایا گیا کیا اسپر کوئی دلیل ہے؟؟۔

پھر معرفت کے بعد بڑی ضروری نجات کے لئے محبت الٰہی ہے۔ یہ بات نہایت واضح اور بدیہی ہے کہ کوئی شخص اپنے محبت کرنیوالے کو عذاب دینا نہین چاہتا بلکہ محبت محبت کو جذب کرتی اور اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جس شخص سے کوئی سچے دل سے محبت کرتا ہے اوس کو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ دوسرا شخص بہی جس سے محبت کی گئی ہے اس سے دشمنی نہین کر سکتا بلکہ اگر ایک شخص ایک شخص کو جس سے وہ اپنے دل سے محبت رکہتا ہے اپنی اوس محبت سے اطلاع بہی نہ دے تب اسقدر اثر تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ شخص اس سے دشمنی نہین کر سکتا اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے اور خدا کے نبیون اور رسولون مین جو ایک قوت جذب اور کشش پائی جاتی ہے اور ہزارہا لوگ اون کی طرف کھینچے جاتے اور اُن سے محبت کرتے ہین یہان تک کہ اپنی جان بہی اون پر فدا کرنا چاہتے ہین اسکا سبب یہی ہے کہ بنی نوع کی بہلائی اور ہمدردی اون کے دل مین ہوتی ہے یہان تک کہ وہ ماں سے بہی زیادہ انسانون سے پیار کرتے ہین اور اپنے تئین دُکہہ اور درد مین ڈالکر بہی اون کے آرام کے خواہشمند ہوتے ہین۔ آخر اون کی سچی کشش سعید دلون کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر جبکہ انسان باوجودیکہ وہ عالم الغیب نہین دوسرے شخص کی مخفی محبت پر اطلاع پا لیتا ہے تو پھر کیونکر خدا تعالےٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص محبت سے بیخبر رہ سکتا ہے۔ محبت عجیب چیز ہے اوس کی آگ گناہون کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کر دیتی ہے سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہین سکتا اور سچی محبت کے علامات مین سے ایک یہ بہی ہے کہ اوس کی فطرت مین یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اوسکو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنےٰ سے ادنےٰ قصور کے ساتھ اپنے تئین ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کے لئے نہایت بیتاب رہتا ہے۔ (باقی آیندہ)

٭ ایک دفعہ کشفی رنگ مین مینے دیکہا کہ مینے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا اور پھر مینے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کرین۔ اسپر نادان مولویون نے شور مچایا کہ دیکہو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا حالانکہ اوس کشف سے یہ مطلب تہا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائینگے اور حقیقی انسان پیدا ہونگے اسی طرح ایک دفعہ مجھے خدا نے مخاطب کرکے فرمایا۔ **انتَ منّی بمنزلۃ اولادی۔ انتَ منّی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق** یعنے تو مجھ سے بمنزلہ اولاد کے ہے اور تجھ مجھ سے وہ نسبت ہے جسکو دنیا نہین جانتی۔ تب لوگون نے اپنے کپڑے پہاڑے کہ اب کفر مین کیا شک ہا اور اس آیت کو بہول گئے **فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم**۔ منہ

٭ یاد رہے کہ قادیان جو میری سکونت کی جگہ ہے مین دمشق کی شرقی طرف ہے سو آج وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تہی۔ منہ

ایک گریجویٹ صاحب کے خطوط پر نظر

لاہور مین کوئی منشی محمد سعید صاحب بی۔ اے ہین ایک عرصہ گذرتا ہے کہ انہون نے حضرت حکیم الامۃ سلمہ اللہ تعالے کے نام بعض خطوط متضمن بہ چند اعتراضات ارسال کئے۔ حضرت حکیم الامۃ کے حالات سے جو لوگ آگاہ ہیں وہ خوب جانتے ہین کہ آپ کو کسقدر فرصت ہوتی ہے۔ حکیم الامۃ کی زندگی ایسی مبارک زندگی ہے کہ ہم مین سے ہر ایک کو اسپر رشک کرنا چاہیئے۔ مین بلا خوف تردید اور بلا مبالغہ کہتا ہون کہ انکا ایک ایک منٹ خدمت دین اور نوع انسان کی ہمدردی و بہی خواہی مین گذرتا ہے اور اس پیرانہ سالی مین جسقدر محنت اور کام آپ کرتے ہین اسکی یہ زندہ مثال سُست سے سُست شخص کو چست اور خود غرض سے خود غرض انسان کو دوسرے لوگون کیلئے خدمتگذار بننے کی تحریک کے لئے بغیر نہین رہ سکتی۔ بہت سے لوگ شاید حضرت حکیم الامۃ کی انضباط اوقات سے واقف نہون مین مختصر طور پر بتادیتا ہون کہ انہین کیا کرنا پڑتا ہے۔ فجر کی نماز سے بہت پہلے جاگ کر حوائج سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلا فرض امامت کا ادا کرتے ہین پھر بعد نماز فجر گھر مین تین درس قرآن مجید کے دیتے ہین۔ اور اندر آئی ہوئی مریض عورتون اور بچون کو دیکھتے انکو نسخے لکھہ دیتے۔ اور بعض ادویہ بہی خود دیتے ہین۔ ۱۰ بجے کے قریب باہر آتے اور بیسیون سے لیکر صدہا مریضون کو دیکھتے اور انکو طبی مشورہ دیتے پھر طالب علمون کا درس شروع ہوتا مختلف علوم کے درس دینے مین ظہر تک وقت گذرتا ہے اسی حالت مین کہانا بہی باہری کہا لینے اور آئی ہوئی ڈاک پڑہتے۔ اور باہر سے آئے ہوئے لوگون کے سوالات کا جواب بہی دیتے جاتے ہین۔ مختلف طبقہ اور مختلف مذاق کے لوگ آتے ہین چونکہ مدرسہ کے امین ہین اسلئے آئے ہوئے روپیہ کے جمع کرنے اور پھر ضروری اخراجات کے لئے روپیہ دینا بعض کاغذات اور رجسٹرون پر دستخط کرنا مختلف لوگون کی امانتون کا سنبھالنا کرنا۔ پھر ظہر کی نماز کی امامت کرانا بعد ظہر پھر وہی درس طلباء پھر عصر کی نماز پھر قرآن مجید کا عام درس پھر مغرب کی نماز پھر گھر مین قرآن شریف کا درس پھر عشاء کی نماز۔ ان بعد اپنے ذاتی مطالعہ مین ہی سو جانا وغیرہ۔ جس شخص کو اسقدر کام کرنے پڑتے ہون اور پھر اسی عرصہ مین ایک کثیر ڈاک مین روزانہ گذرنا اور سب سے زیادہ ضروری خطوط کا جواب دینا عجیب محنت کا کام ہے جو خدا کے فضل کے بغیر انسان سر انجام نہین دے سکتا اس کثرت کام اور عدیم الفرصتی کیوجہ سے بعض خطوط کے جواب جنکو آپ بعض سے کم ضروری سمجھتے ہیں دیر تک پڑے رہین تو تعجب کی بات نہین۔ اسی سلسلہ مین منشی محمد سعید صاحب کے خطوط بہی پڑے رہے تاہم مجھے انمین سے ایک خط (اور اس کے جوابات کے اشارات قریبًا ایک مہینہ گذرا ہے چھپنے کے لئے ملا۔ مگر میری سستی اور دراصل بعض وجوہات مصروفیت کیوجہ سے وہ ۱۶ مارچ ۱۹۰۶ء سے پہلے الحکم مین نہ چھپ سکا۔ اسلئے بابو محمد سعید صاحب سے امید ہے کہ اس دیر اور توقف کے لئے مجھے معذور سمجھین گے۔

اب مین پہلے ان کا خط مورخہ ۲۵ ستمبر درج کرتا ہون اور اسکے بعد اسکا جواب امید ہے بابو محمد سعید صاحب غور سے پڑہین گے اور فائدہ اٹھائین گے۔

(اصل خط)

مخدوم مکرم مولانا حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالے۔ بعد سلام علیک عرض آنکہ جب مین امتحان انٹرنس کی تیاری مین تہا تو جناب سے اپنی تسلی کے لئے اسبارے مین کہ وہ چارسو نبی جنکی پیشگوئی پوری نہ ہوئی تہی وہ بعل بت کے نبی تہے کچھہ خط وکتابت کی تہی۔ آپنے اسوقت فرمایا تہا کہ لاہور کے ایک ملہم کی کتاب کا جواب عنقریب نکلیگا اوسمین یہہ مسئلہ حل ہوجاویگا۔

بندہ ایف۔ اے امتحان مین مصروف رہا۔ اسکے بعد بی۔ اے مین لگا رہا۔ جو اللہ تعالے کے فضل سے مارچ ۱۹۰۴ء مین پاس ہوا۔ الحمد للہ بعد ہٗ بندہ مالاکنڈ سرحد کیطرف ملازمت پر چلا گیا۔ اب چند روز ہوئے۔ واپس آیا ہون۔ چونکہ وہ مسئلہ ابہی تک دلمین کہٹکتا ہے کہ جب نبیون کی پیشگوئی جہوٹی ہوئی تو اون کی دوسری ہدایات دینی و اخبار حشر و نشر کا کیونکر اعتبار کیا جاوے؟ مسئلہ تو تورات سے واضح ہے کہ وہ گہنے باغون والے نبی جو بادشاہ اخی اب اور اسکی جورو ایزبل کے دسترخوان پہ کہانا کہانیوالے تہے وہ بعل بت کے پجاری تہے۔ اور بعل کے نبی کہلاتے تہے۔ اخی اب بادشاہ اور اوس کی جورو بہی جنکے پاس وہ رہتے اور انکے دسترخوان پر کہانا کہاتے وہ بہی دونو بادشاہ دیگم پشتون سے بت پرست چلے آتے تہے اور ایسے بت پرستون پجاری اور مہنتون کی اگر پیشگوئی جہوٹی نکلے تو تعجب کی بات نہین۔ اس مسئلہ مین بندہ نے مرزا صاحب کیطرف سے جو انکو اللہ تعالے کے نبی لکھتے ہین ابتک کوئی معقول و تسلی بخش جواب نہین سنا۔ آپ براہ عنایت اگر کوئی ان بعل بت کے پجاری و نبیون کے اللہ تعالے کے نبی ہونیکا مدلل ثبوت نکلتا ہے تو مطلع فرمادین کیونکہ آپکی زبان سے نکلی ہوئی بات معقول و مدلل ہونیکے باعث دلکو لگتی ہے۔

بندہ نے جناب کی کتاب نورالدین بہی دیکہی ہے ماشاءاللہ اس مرتد آریہ کے جواب مین تو عمدہ ہے سوائے چند مسائل کے جنکی نسبت اگر آپ اجازت دین تو کچھہ تہوڑا سا استفسار کرون۔

ایک امر تو یہ استفسار طلب ہے کہ مرزا صاحب کو امام و پیشوا مانکر آپنے چند ایک بزرگان سلف وخلف کو بہی بزرگ ہادی و پیشوا مانا ہے جہانتک مجہکو معلوم ہے حیات وممات مسیح علیہ السلام و دیگر اسلامی مسائل مین ان اکابر سلف کا جنکا آپنے کتاب نورالدین کے صفحہ ۵۶ و ۵۷ پر لکہا ہے مرزا صاحب کے بیان کردہ مسائل سے اتفاق نہین ہے تو پھر دونون مختلف رائے والون کو جناب نے امام و پیشوا کیسا مانا ہے؟ آخر آپ کا اتفاق رائے تو ایکطرف ہی ہوگا نہ کہ ہر دو طرف۔

دوئم یہہ جناب فرمادین کہ مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتہم مین الہام **شاتان تذبحان** کے معنی و تشریح فرمائی تہی کہ ایک بکری احمد بیگ ہوشیارپوری ہے اور دوسری اوسکا داماد ہے لیکن اب لاہور والے لکچر ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۴۷ پر لکہا ہے کہ وہ دو بکریان اس سلسلہ کے دو مرید ہین۔ شیخ عبدالرحمن جو امیر عبدالرحمن والئے کابل کے حکم سے اور مولوی صاحبزادہ عبداللطیف خان جو امیر حبیب اللہ کے ذریعہ سے شہید کئے گئے۔

سوئم اول مرزا صاحب **دابۃ الارض** مولویان اسلام کو لکہتے رہے۔ اور اب ۲ نومبر ۱۹۰۴ء والی لکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۹ پر لکہا ہے کہ "طاعون کی جڑ اصل مین کیڑا ہے جو زمین سے نکلتا ہے اسلئے اسکا اسنے نام **دابۃ الارض** رکہا یعنی زمین کا کیڑا"۔ براہ عنایت سمجہادین کہ مرزا صاحب کی تحریر مین ایسا اختلاف کیون ہے اور اس کی کیا وجہ؟

بندہ کو اخبار مین آپکے فرزند کی رحلت کی خبر پڑھکر افسوس ہوا۔ آپکو صبر و شکر کرنیکے لئے عرض کرنے کی ضرورت نہین کیونکہ آپ مجھسے بدرجہا اس امر کو بہتر جاننے والے ہین۔

براہ عنایت اسکا جواب فورمن مشن کالج لاہور معرفت غلام سرور خان بی۔ اے کلاس (بیڈنگ ہوس ہیوٹن ہال) مرحمت فرمادین جواب کیواسطے آدہ آنہ کا ٹکٹ روانہ خدمت عالی کرتا ہون۔

لاہور ۲۵ ستمبر ۱۹۰۵ء بروز شنبہ۔ نیازمند محمد سعید

فاما الجواب

بابو محمد سعید صاحب کا یہ اعتراض پہلا اعتراض نہین ہے بلکہ سب سے اول یہی اعتراض کو سلیمان پہلیالوی نے اپنی کتاب مین لکہا تہا اور اسکی تقلید اور تتبع پر مجہے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب ملہم لاہوری موحد نے اس اعتراض کو بڑے شدومد سے لکہا۔

بحالیکہ اگر وہ کم از کم بائیل ہی کی طرف رجوع کرتے اور قرآن کریم پر وسیع نظر رکہتے تہے اور انبیاء علیہم السلام کے وحدت اور اللہ تعالے سے ان کے تعلقات کا انہین علم نہ تہا تو بہی یہہ سوال یا اعتراض اٹھ سکتا تہا مگر عداوت کا برا ہو کہ وہ غور اور فکر کی قوتین سلب کر لیتی اور دل و دماغ کو تیرہ اور مکدر بنادیتی ہے۔ مین نہین کہتا کہ بابو محمد سعید صاحب نے یہ اعتراض اسی لاہوری موحد صاحب کی کتاب کی بناء پر کیا ہے تاہم اتنا ضرور کہونگا کہ انہون نے بائیل کیطرف توجہ نہین فرمائی۔ اس سوال کے مختلف پہلو ہین۔ اور جبتک ان پہلوؤن پر پوری روشنی ڈالنے کی کوشش نہ کی جاوے مجہے اندیشہ ہوتا ہے کہ جواب ادہورا اور ناقص ہوگا۔ اگر درحقیقت انہی ثابت کرنا مقصود ہو کہ وہ خداتعالے کے نبی تہے یا نہین تو یہ امر تو بہت ہی سہل ہے مگر میری اپنی رائے مین اس سوال کے ضمن مین ضرورت اس امر کی ہی ہے کہ پیشگوئی کی حقیقت اور اسکے وقوع کے متعلق انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کی نوعیت پر بھی بحث ہو۔ اسلئے سب سے اول تو مین بابو محمد سعید صاحب کے اپنے مذاق کے لئے یہ دکہانا چاہتا ہون کہ

کیا وہ چارسو ہی خدا کے نبی تہے یا بعل کے؟

اسکا مختصر جواب تو یہی ہے کہ وہ خداتعالے کے نبی تہے اسکا ثبوت واضح طور پر سمجہ مین آجانے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین (باب ۲۲) یہان درج کردین۔

بعد اس کے تین برس تک وے رہے اور اسرائیل اور ارام کے درمیان لڑائی نہ ہوئی اور تیسرے سال ایسا ہوا کہ یہوداہ کا بادشاہ یہوسفط شاہ اسرائیل کے یہان اتر آیا۔ جب شاہ اسرائیل نے اپنے ملازمون سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ رامات جلعاد ہمارا ہے۔ کیا ہم چپکے رہین اور شاہ ارام کے ہاتھ سے پھر نہ لین۔ پھر اوس نے یہوسفط سے کہا کیا میرے ساتھ لڑنے کو رامات جلعاد پر چڑہیگا۔ سو یہوسفط نے شاہ اسرائیل کو جواب دیا جیسا تو ہے ویسا مین ہون۔ جیسے میرے

لوگ ویسے میرے لوگ ـ جیسے تیرے گھوڑے ویسے میرے گھوڑے ـ اور یہوسفط نے شاہ اسرائیل سے کہا آج کے دن خداوند کی مرضی الہام سے دریافت کیجئے تب شاہ اسرائیل نے اُس روز نبیوں کو جو قریب چار سو آدمی کے تھے اکٹھا کیا اور اُن سے پوچھا مین رامات جلعاد پر لڑنے چڑھوں یا اُس سے باز رہوں ـ وے بولے چڑھ جا کہ خداوند اُسے بادشاہ کے قبضے مین کر دیگا ـ پھر یہوسفط بولا اُنکے سوا خداوند کا کوئی نبی ہے کہ ہم اوس سے پوچھین تب شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا کہ ایک شخص املہ کا بیٹا میکایاہ تو ہے اوس سے ہم خداوند کی مشورت پوچھ سکتے ہین لیکن مین اوس سے دشمنی رکھتا ہون کیونکہ وہ میرے حق مین نیکی کی نہین بلکہ بدی کی پیش خبری کرتا ہے ـ تب یہوسفط بولا بادشاہ ایسا نہ فرماوے ـ تب شاہ اسرائیل نے ایک خواجہ سرا کو بلا کے حکم کیا کہ املہ کے بیٹے میکایاہ کو تیز لا ـ اُس وقت شاہ اسرائیل اور شاہ یہوداہ یہوسفط سمرون کے پھاٹک کے سامنے اُس جگہ در آنے کی راہ پر ایک کھلہان مین اپنے اپنے تخت پر شاہانہ لباس پہنے ہوئے بیٹھے تھے اور سارے نبی اون کے حضور پیشین گوئی کر رہے تھے ـ اور کنعانہ کے بیٹے صدقیاہ نے اپنے لئے لوہے کی سنگین بنائین اور بولا خداوند یون فرماتا ہے کہ تو ان سے ارامیون کو مارے گا یہان تک کہ انہین نابود کر ڈالے ـ اور سب نبیون نے یون پیش خبری کی اور کہا کہ رامات جلعاد پر چڑھ جا اور کامیاب ہو کہ خداوند اوسے شاہ کے قبضے مین کر دیگا ـ اور اوس قاصد نے جو میکایاہ کو بلانے گیا تھا اسے کہا کہ اب دیکھ سب نبی ایک زبان ہو کے بادشاہ کو خوشخبری دیتے ہین سو کرم کر کہ تیری بات اُن مین کی باتون کی سی ہووے اور جو نیک ہے وہی کہہ ـ میکایاہ بولا خداوند حی کی قسم جو خداوند مجھے فرماوے گا مین وہی کہونگا +

سو وہ شاہ پاس آیا تب شاہ نے اوسے فرمایا میکایاہ ہم لڑنے کو رامات جلعات پر چڑھین یا اوس سے باز رہین اوس نے جواب مین کہا جا اور کامیاب ہو کہ خداوند اوسے شاہ کے قبضے مین کر دیگا پھر شاہ نے اوسے کہا مین کتنے مرتبہ تجھے قسم دیکے جتاؤن کہ تو مجھ سے کچھ نہ کہہ ـ مگر خداوند کے نام سے وہی جو سچ ہے ـ تب وہ بولا مین نے سارے اسرائیل کو اون بھیڑون کی مانند جنکا چوپان نہوں پہاڑون پر بھٹکتے ہوئے دیکھا ـ اور خداوند نے فرمایا کہ ان کا کوئی آقا نہین سو اون مین سے ہر ایک اپنے اپنے گھر سلامت چلا جاوے ـ تب شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا کیا مین نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ یہ میرے حق مین نیکی کی نہین بلکہ بدی کی پیش خبری کریگا ـ پھر اوس نے کہا کہ اس لئے تم خداوند کے سخن کو سنو ـ مینے خداوند کو اوسکی کرسی پر بیٹھے دیکھا اور آسمانی سارا لشکر اُس پاس اُس کے داہنے ہاتھ اور اوس کے بائین ہاتھ کھڑا تھا اور خداوند نے فرمایا کہ اخی اب کو کون ترغیب دیگا تا کہ وہ چڑھ جاوے اور رامات جلعاد کے سامنے کھیت آوے ـ تب ایک اس طرح سے بولا اور ایک اُس طرح سے ـ نہایت ایک روح نکلے خداوند کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور بولی کہ مین اوسے ترغیب دونگی ـ پھر خداوند نے فرمایا کس طرح سے وہ بولی مین روانہ ہونگی اور جھوٹی روح بنکے اسکے سارے نبیون کے منہہ مین پڑونگی اور وہ بولا تو اوسے ترغیب دیگی اور غالب بھی ہوگی روانہ ہو اور ایسا کر ـ سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیون کے منہ مین جھوٹی روح ڈالی ہے اور خداوند نے تیری بابت بڑی خبری ہے ـ تب کنعانہ کا بیٹا صدقیاہ نزدیک آیا اور میکایاہ کے گال پر ایک تھپڑ مار کے بولا کہ خداوند کی روح کس راہ مین ہو کے مجھ پاس سے گئی اور تجھ سے بولی ـ میکایاہ بولا دیکھ تو اُس دن جس دن کہ تو اندر کی کوٹھری مین گھسیگا کہ چھپ رہے دیکھیگا ـ اور شاہ اسرائیل نے کہا میکایاہ کو پکڑو اور شہر کے ناظم امون پاس اور یواس شہزادے پاس لے جاؤ ـ اور کہو بادشاہ یون فرماتا ہے کہ میرے سلامتی سے پھر آنے تک تنگ حالی کی روٹی اور تنگ حالی کا پانی اوسے دیئے جاوین تب میکایاہ بولا اگر تو کسی طرح سلامتی سے پھر آوے تو خداوند نے میری معرفت کچھ نہین کہا پھر وہ بولا اے لوگو تم سب کے سب سن لو ـ بعد اوس کے شاہ اسرائیل اور شاہ یہوداہ یہوسفط رامات جلعاد پر چڑھے اور شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا مین اپنا بھیس بدل کے لڑائی مین جاتا ہون ـ پر تو اپنا لباس پہنے رہ ـ سو شاہ اسرائیل صورت بدل کے لڑائی مین گیا اور شاہ ارام نے اپنے ۳۲ سردارون کو جو اوس کی گاڑیون کے اوپر مقرر تھے ـ حکم دیا تھا کہ کسی چھوٹے یا بڑے سے جنگ نہ کیجیو ـ مگر فقط شاہ اسرائیل سے ـ اور ایسا ہوا کہ گاڑیون کے سردارون نے یہوسفط کو دیکھکر یون کہا کہ یقیناً شاہ اسرائیل یہی ہے اور انہون نے اوسطرف ہو کے چاہا کہ اوس کا سامنا کرین ـ یہوسفط چلایا ـ اور جب گاڑیون کے سردارون نے دیکھا کہ وہ شاہ اسرائیل نہین تو وے اوس کا پیچھا کرنے سے باز آئے ـ اور ایک شخص نے بغیر نشست باندھے ایک تیر چلایا سو وہ اتفاقاً شاہ اسرائیل کے جوشن کے بندون کے درمیان لگا تب اوس نے اپنے گاڑی وان کو کہا کہ باگ پھیر اور مجھے لشکر سے نکال لے چل کہ مین زخمی ہوا ـ سو اوس دن جنگ شدید ہوئی اور بادشاہ ارامیون کے مقابل گاڑی پر ٹھہرا رہا ـ اور شام ہوتے ہوتے مر گیا ـ اور لہو اوس کے زخم سے گاڑی کے پائون دان مین بہتا رہا ـ تب آفتاب غروب ہوتے ہوتے لشکر مین منادی کی گئی کہ ہر ایک آدمی اپنے شہر اور ہر ایک آدمی اپنے ملک کو جاوے ـ

پس بادشاہ مر گیا اور وے اوسے سمرون مین لے گئے ـ اور سمرون مین بادشاہ کو گاڑ دیا اور گاڑی کو سمرون کے کنڈ مین دھویا اور کتون نے اوسکا لہو چاٹا (اور سلاح بھی دھوئی) جیسا کہ خداوند نے ارشاد فرمایا تھا ـ اور اخی اب کی باقی باتین اور سب کچھ جو اوس نے کیا تھا ـ اور ہاتھی دانت کا گھر جو اوس نے بنایا تھا اور اون سب شہرون کا حال جو اوس نے تعمیر کئے ـ سو کیا وہ اسرائیلی سلاطین کی تواریخ کی کتاب مین لکھا ہوا نہین ہے ـ اور اخی اب اپنے باپ دادون کے درمیان سو رہا ـ اور اوس کا بیٹا اخزیاہ اوس کی جگہ بادشاہ ہوا ـ یہی مضمون تواریخ ۲ باب ۱۸ مین بھی درج ہے ـ

بابو محمد سعید صاحب فرماتے ہین کہ "اخی اب اور اسکی جورو بھی پتھرون سے بت پرست تھے" اگر بابو صاحب وہی سلاطین اباب ۲۱ کا آخری حصہ پڑھ لیتے تو انہین یقین آ جاتا کہ اخی اب نے خدا تعالٰی کے فرستادہ نبی ایلیاہ تسبی کے ذریعہ انذاری پیشگوئی سن کر سچی توبہ کر لی تھی چنانچہ کتاب مذکور کے اس باب کی آیت ۵ سے آخر تک یون لکھا ہے ـ

اور ایسا ہوا کہ جو نہین ایزبل نے یہہ سنا کہ نبات سنگسار ہوا اور مر گیا تو ایزبل نے اخی اب سے کہا کہ اُٹھ اور نبات یزرعیلی کے انگوری باغ کا جسے اوس نے نہ چاہا تھا کہ تیرے ہاتھ بیچے مالک ہو کہ نبات جیتا نہین بلکہ مر گیا ـ اور یون ہوا کہ جب اخی اب نے سنا کہ نبات مر گیا تو اخی اب اُٹھا تا کہ یزرعیلی نبات کے انگوری باغ مین جا کر اوس پر قبضہ کرے ـ

اور خداوند کا کلام ایلیاہ تسبی پر نازل ہوا اور اوس نے کہا کہ ـ اوٹھ اور جا کہ اخی اب شاہ اسرائیل سے جو سمرون مین ہے ملاقات کر دیکھ وہ نبات کے انگوری باغ مین ہے اور اوس کا مالک ہونے وہان گیا ہے ـ سو تو اوسے کہہ کہ خداوند یون فرماتا ہے کہ تو نے کیا جان بھی ماری اور ملکیت بھی لی اور تو اوسے کہہ خداوند فرماتا ہے جس جگہ پر کتون نے نبات کا لہو چاٹا اوسی جگہ تیرا ہان تیرا بھی لہو کتے چاٹینگے ـ اور اخی اب نے ایلیاہ سے کہا اے میرے دشمن تو نے میرا سراغ لگایا ـ اوس نے جواب دیا کہ لگایا اسلئے کہ تو نے خداوند کے حضور بدکاری کرنے کے لئے آپ کو بیچا ـ اب دیکھ کہ مین تجھ پر آفت لاؤنگا اور تیری نسل کو نابود کر دونگا ـ بلکہ اخی اب سے ہر ایک کو جو دیوار پر موتے اور آسے بھی جو بند کیا جاوے اور اسرائیل مین باقی رہے ـ کاٹ ڈالونگا ـ اور تیرے گھر کو نبات کے بیٹے یربعام کے گھر ـ اور اخیاہ کے بیٹے بعشا کے گھر کی مانند کر ڈالونگا ـ اوس چڑھاوے کے سبب کہ جس سے تو نے مجھکو چڑھایا ہے اور اس لئے بھی کہ تو نے اسرائیل کو گنہگار کیا ـ اور خداوند ایزبل کے حق مین بھی فرماتا ہے کہ یزرعیل کی دیوار کے پاس ایزبل کو کتے کھائینگے ـ اخی اب کا جو کوئی شہر مین مریگا ـ اوسے کتے کھائینگے اور جو میدان مین مرے گا اوسے ہوائی پرندے کھائینگے ـ بلکہ اخی اب کی مانند کوئی نہ تھا کہ اوس نے خداوند کے حضور بدکاری کرنے کے لئے آپ کو بیچا ـ اور اوس کی جورو ایزبل نے اوسے ابھارا ـ چنانچہ اوس نے اموریون کی مانند جنہین خداوند نے بنی اسرائیل کے آگے سے خارج کیا ـ ہر ایک بات مین بتون کا پیرو ہو کے نہایت گھنونا کام کیا اور ایسا ہوا کہ اخی اب نے یہی باتین سن کے اپنے کپڑے پھاڑے اور اپنے تن پر ٹاٹ ڈالا اور روزہ رکھا اور ٹاٹ پہنے ہوئے دبے پاؤن سے چلتا رہا ـ تب خدا کا کلام ایلیاہ تسبی پر نازل ہوا اور اوس نے کہا ـ تو دیکھتا ہے کہ اخی اب نے آپ کو میرے حضور کیونکر خاکسار بنایا ہے ـ اسلئے مین اوس کے ایام مین یہ بلا نہ بھیجونگا بلکہ اوس کے بیٹے کے ایام مین اوس کے گھرانے پر وہ بلا نازل کرونگا +

اب ان آیتون کے پڑھ لینے کے بعد یہ امر تو فیصل ہو گیا کہ اخی اب بت پرست نہ تھا بلکہ وہ خدا پر ہو چکا تھا اور خدا کے فرستادہ پر ایمان لا چکا تھا اب اس کے بعد مگا باب ۲۲ مین وہ مضمون ہے جو ہمنے اوپر درج کر دیا ہے اسکو پڑھ لینے کے بعد کوئی شبہ اس امر کا نہین رہ جاتا کہ وہ نبی بعل کے نبی .... تھے تاہم مزید توضیح کے لئے مین سات دلائل پیش کرتا ہون جو ایک طالب صادق کی تسلی کا موجب ہو سکتے ہین ـ

چار سو نبی جن کا ذکر بائبل کی کتاب سلاطین باب ۲۲ مین ہے ـ خدا کے نبی تھے نہ کہ بعل کے ـ

دلیل اوّل ـ اسلاطین باب ۲۲ ـ آیت ۵ مین لکھا ہے

اور یہوسفط نے شاہ اسرائیل سے کہا - آج کے دن خداوند کی مرضی الہام سے دریافت کیجئے -
تب شاہ اسرائیل نے اُن سب نبیون کو جو قریب چارسو کے تھے جمع کیا - اس آیت مین الفاظ **خداوند کی مرضی الہام سے دریافت** کرنے کے قابل غور ہین - وہ چارسو نبی جو جمع کئے گئے تھے اسواسطے اُن کو بلایا گیا تھا - کہ خدا سے الہام پاکر نہ کہ بعل یا کسی اور بت وغیرہ سے الہام پاکر بتائین کہ اس مہم پر جانا مناسب ہے یا نہین - عبرانی لفظ یون ہین -

دراش ناکیوم ایت دبر یہوداؐ

یعنے **یہوداہ** کا لفظ عبرانی زبان مین خدا کے سوائے کسی اور کے واسطے بولا نہین جاتا -

دلیل دوم - جب یہہ نبی جمع ہو چکے تو یہوسفط نے دریافت کیا کہ ان انبیاء کے سوائے آیا **یہوداہ کا کوئی اور نبی بھی ہے** - عبرانی الفاظ یون ہین - آیت ۷ **ھا این فوہ نابیا لیھوداہ عود** - کیا کوئی اور نبی بھی یہوداہ کا ہے - اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ وہ چارسو نبی یہوداہ کے تھے - ورنہ یہوسفط یون کہتا - کہ کیا کوئی ایسا نبی بھی ہے جو یہوداہ کا ہو - برخلاف اسکے اُسنے یہہ کہا کہ کیا یہوداہ کا نبی کوئی اور بھی ہے -

دلیل سوم - بعل کے نبی اور تھے اور اون کی تعداد چارسو پچاس لکھی ہے - یہہ چارسو نبی اور تھے اور وہ چارسو پچاس نبی اور تھے - اسکا ثبوت یہہ ہے بعل کے نبیون کو کبھی کسی نے **یہوداہ کا نبی** نہین کہا - بلکہ وہ سب بعل کے نبی کہلاتے تھے چنانچہ سلاطین باب ۱۸ مین جہان انکا ذکر ہے اُنکو ہر جگہ بعل کا نبی کہہ کر پکارا گیا ہے اور کہین اُنکو **یہوداہ** کا نبی کہہ کر نہین پکارا گیا -

دلیل چہارم - بعل کے نبی اپنی دعائین بعل سے مانگتے تھے نہ کہ یہوداہ سے - چنانچہ ایلیا نبی کے ساتھہ دعا کی قبولیت مین انکا مقابلہ ہوا - وہ بعل سے دعا مانگتے تھے - اور ایلیا یہوداہ سے مانگتا تھا - آخری ایلیاء کو فتح ہوئی دیکھو سلاطین باب ۱۸ - آیت ۲۰ سے ۴۰ - چونکہ ۴۰۰ انبیاء زیر بحث نے یہوداہ سے دعا کی تھی اسواسطے وہ بعل کے نبی نہ تھے -

دلیل پنجم - جب ایلیا کو قبولیت دعا مین مقابلہ کرنا پڑا تو اوسوقت اس نبی نے شہادت دی کہ بعل کے نبی صرف چارسو پچاس ہین اور وے سب کے سب ایلیا کے مقابل مین کھڑے ہوئے تھے اُن ساڑھے چارسو کے سوائے اور کوئی بعل کا نبی نہ تھا - اور جب ایلیاء کو قبولیت دعا مین فتح ہوئی تو بعل کے سب نبیون کو قتل کر دیا گیا تھا - دیکھو آیت ۴۰ ایلیاء نے کہا بعل کے نبیون کو پکڑ لو - کہ اُن مین سے **ایک بھی** جانے نہ پاوے - سو انہون نے انہین پکڑا اور ایلیا ان کو وادی قیسون مین لایا اور انہین قتل کیا - اس آیت مین **ایک بھی** کا لفظ قابل غور ہے -

دلیل ششم - بعل کے سب نبیون کے قتل ہونے کا واقعہ ۹۰۶ قبل مسیح مین ہوا اور اسکے ٹہیک نو سال بعد یہوسفط نے یہوداہ کے چارسو انبیاء کو جمع کیا تھا - جب کہ بعل کے سب نبی قتل ہو چکے تھے تو اب یہہ نبی وہی بعل کے کس طرح ہو سکتے تھے -

دلیل ہفتم - بعل کا لفظ یہوداہ کے بالمقابل ایک لفظ تھا - جو بعل کے پجاری اور نبی ہوا کرتے تھے وہ یہوداہ کا نام کبھی زبان پر نہ لاتے تھے - (دیکھو کتاب انسکلو پیڈیا جیواش ببلیکا ردیف بعل و پرافٹ) لیکن ان چارسو انبیاء نے یہوداہ کا نام لیا اور بعل کا نام ہرگز نہ لیا -

صلح کل کی پالیسی کے حامیون کا شیوہ

* مولوی انشاء اللہ صاحب ان لوگون مین سے ہین جو مسلمانون مین صلح کل کی پالیسی کے پیرو کہلاتے ہین آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ مسلمانون کے مختلف فرقون کی نزاعون کو دور کرکے ان مین اتفاق قایم کرنا چاہتے ہین آپ کی اس صلح کل کی پالیسی کی حقیقت اسوقت معلوم ہو جاتی ہے جب واقعی آپ سے کسی کو معاملہ کرنا پڑے - آپ کے نزدیک صلح کل کی پالیسی کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرون کو جو جی چاہے کہتے بھی جاوین اور ساتھہ ساتھہ یہ لفظ بڑھاتے جاوین کہ ہم مباحثہ اور مناقشہ سے پرہیز کرتے ہین اور کسیکو کچھہ کہنا نہین چاہتے - چنانچہ اس تجویز کے ذریعہ سے جو پچھلے دنون مین ہوئی اگر اور کچھہ فائدہ نہین ہوا تو یہ ضرور ہوا ہے کہ آپ کے اصل خیالات ظاہر ہو گئے - میرے جوش مین آنے پر مولویصاحب بہت زور دے رہے ہین - مگر مین تو آپ جیسی صلح کل کی پالیسی کا قایل نہین جو مین اس سے انکار کرون - مجھے اللہ تعالیٰ نے انسان بنایا ہے اور مجھے اوسنے حق کے لئے جوش بھی دیا ہے اور حق کے لئے غیرت بھی دی ہے - ہان اگر انکا استعمال غیر محل پر ہو - تو قابل اعتراض ہے - افسوس تو یہ ہے کہ آپ دعوے کرکے اپنی پالیسی کو نباہ نہین سکتے - اور مین بفضل خدا نباہ سکتا ہون - مین اسبات کو مانتا ہون کہ اسلام نے ایک اخوت قایم کی ہے - مگر اسلام کا یہ منشاء ہرگز نہین جیسا آپ کا خیال پایا جاتا ہے کہ دوسرے لوگون پر تو ہم بلاوجہ بھی غیظ و غضب نکال لیا کرین - اور مسلمانون کو کلمہ حق بھی نہ کہین - اصل اسلامی اخوت کی یہ ہے کہ جب انسان صحیح معنون مین مسلم ہوتا ہو - یعنی ان معنون مین جو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ اور **لا یؤمن احدکم حتّٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ**

تو ایسے مسلمان جو ایک دوسرے کے حقوق پورے نگہداشت کرنے والے ہین ان مین خود ہی ایک سچی اخوت اور محبت جو محض للہ ہوتی ہے پیدا ہو جاتی ہے - مگر اس اخوت کے علاوہ اسلام عام انسانی ہمدردی کے لئے بھی ویسی ہی تاکید فرماتا ہے - پس ایک سچے مسلمان کو نفرت غیر لوگون سے نہین کرنی چاہئے بلکہ ان مین جو غلط عقیدے یا بری باتین پائی جاتی ہون ان سے نفرت کرنی چاہئے - جو شخص اس طرح کی نفرت کرتا ہے وہ حق پر ہے - بلکہ جو شخص غلط عقیدے یا برے کام سے نفرت نہین رکھتا وہ خود سخت گنہگار ہے - اس قسم کی صلح کل کی پالیسی تو اسلام سکھاتا ہے مگر جن معنون مین آپ صلح کل کے حامی بننا چاہتے ہین وہ صحیح نہین ہے - کہ مسلمانون کو کچھہ نہ کہا جائے اور غیر مسلمین پر سارا جوش نکالا جاوے خواہ مسلمان ان سے بڑھ کر بدکاریون مین مبتلا اور غلط خیالات مین پھنسے ہوئے ہون - آپ کے نزدیک تو چور اور ڈاکو مسلمان بھی پھر قابل عزت بھی ہونگے اور ان کو کچھہ کہنا آپ برا جانتے ہونگے اور اس غصہ کو کسی بھلے مانس غیر مسلم پر نکال لیتے ہونگے - آپ کو جوش بھی آیا ہے اور آپ کی قلم ہر اخبار مین کچھہ نہ کچھہ حملہ کرنے سے رک بھی نہین سکتی - اور ساتھہ ہی آپ یہ بھی کہتے جاتے ہین کہ آپ اس بحث کو لمبا کرنا نہین چاہتے آپ یہ فرمایئے کہ ۹ - مارچ کے پرچے مین آپ نے دل کھول کر سب کچھہ نہ لکھہ لیا تھا جو آپ نے ۱۶ - مارچ کے پرچے مین تیز قلمی سے پھر حملے کئے - اور بار بار مجھے متلوّن لکھا - اور پھر آپ نے ناحق یہ واویلا کیا کہ گویا ہم آپ کے ہزار دو ہزار روپیے اعانت کے کھا گئے ہین - قبل اسکے جو مینے ایک حرف بھی لکھا ہو - آپ نے یہ سب ذاتی حملے کئے - اور جب مینے ۲۰ - مارچ کے پرچہ مین جو آپ کے ۱۶ مارچ کے پرچے سے پہلے لکھا جا چکا تھا - آپ کو یہ توجہ دلائی کہ آپ قربانی کی منسوخی کی تجویز کرکے اور اپنی طرف سے صحیح معنون مین ایک بدعت کو اسلام مین قایم کرکے اور سود کے جواز کے قایل ہو کر بھی حنفی المذہب رہتے ہین اور متفق علیہ عقاید سے خارج نہین ہوتے تو یہ کہنے والا کہ اسلام کے اندر اس زمانہ مین بھی وہی برکات موجود ہین جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین تہین - کیونکر کافر ہو گیا - تو آپ اسکو ذاتی حملہ بتاتے ہین - شاید آپ کے نزدیک ذاتی حملے کے معنے کوئی الگ ہین - مولوی صاحب ذاتی حملہ سے مراد ہے کسی کی ذات پر حملہ کرنا جیسا کہ آپنے مجھہ پر حملہ کیا اور بار بار متلوّن مزاجی کا فتویٰ دیا - اور یہ جو مینے اعتراض کیا تھا اسکو ذاتی حملہ نہین کہتے بیشک آپ کسی اور سمجھ سے جو ہمارا مخالف ہو دریافت کر لین اگر اسکو بھی ذاتی حملہ کہنا بجا ہے تو پھر تو ہم کسی کے غلط عقیدہ پر اعتراض ہی نہین کر سکتے - بھلا آپ جو فرماتے ہین کہ مینے جوش سے بھر کر لکھا ہے اور اپنا اپنی تحریر کی نسبت یہ دعویٰ ہے کہ آپ ٹھنڈے دل سے لکھہ رہے ہین اور صلح کل کی پالیسی کو مدنظر رکھکر لکھہ رہے ہین ذرا غور فرمایئے کہ مینے جو کچھہ لکھا تھا یاد دلانے کو لکھا تھا آپ نے اب اخبار مین اسقدر باتین لکھین مگر کیا میری کسی بات کا جواب دیا قربانی کے ذکر کو آپ ایسا کہا گئے کہ اعتراض کا ذکر کرکے جواب کا نام تک ہی نہین لیا انصاف یہ ہے کہ اگر قربانی کے متعلق جو نیا خیال آپ پیش کرتے ہین اور جو میرے نزدیک اتنی بدعت ہے یہی عقیدہ اسلامی ثابت ہو - اور قرآن شریف حدیث صحیح اور تعامل اسکو صحیح بتائین تو آپ سچے رہے اور اگر اسکے برخلاف ثابت ہو - اور آپکا یہ خیال جو کہ تحریک اپنے اخبار مین کر رہے ہین بدعت ثابت ہو تو آپ کو چاہیئے کہ چونکہ آپ ہی متفق علیہ عقاید کے دائرہ سے خارج ہو گئے اسلئے جو مسلمانون کی جیبون سے آپ طالب علمون کو پرچے دینے کے لئے پیسے وصول کر رہے ہین انکو فی الفور واپس کرین - اب مین بھی آپکی ایمانداری کو دیکھونگا کہ آیا متفق علیہ عقاید سے خارج ہونیکا فتویٰ لگانا محض ایک ڈھکوسلہ ہے یا واقعی آپکے نزدیک کچھہ حقیقت بھی رکھتا ہے اور میری بات کو تو آپ نہین مانتے حنفی المذہب علماء سے یکہ نوی اس بارہ مین حاصل کرین اور پھر اسکو اپنے اخبار مین شائع کرین [illegible] فتویٰ طلب کرین - اور پھر مین دیکھونگا کہ یہ نیا سوال کون آپکے ساتھہ ملتا ہے - اور آپکی نیک نیتی کا بھی اندازہ لگ جائیگا کیونکہ آپکو یہ ہرگز جائز نہین اور ایمانداری سے بعید ہے کہ آپ ایسے عقیدون کے پھیلانے کے لئے امدادی روپیہ مسلمانون سے حاصل کرین جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک جھوٹے اور خلاف سنت عقائد ہین مجھے اس سے کوئی تعارض نہ ہوتا اور جو عقیدہ آپ چاہتے پھیلاتے اور جسکا جی چاہتا آپکو ان عقاید کے پھیلانے مین مدد دیتا مگر اب تو مین آپکی اس نیک نیتی کو دیکھنا چاہتا ہون جسکا آپکو دعوے ہے کیونکہ آپنے اس تجویز کو اسلئے رد کیا کہ آپکے مفروضہ عقاید متفق کے خلاف ہم لکھنا چاہتے تھے - حالانکہ اسپر اتفاق سلف امت ...

* اس مضمون کے لکھنے کی تحریک وطن کے تازہ پرچہ ۳۰ - مارچ سے ہوئی ہے -

کبھی نہین ہوا۔

دوسرا مسئلہ سود کا ہے جسپر مینے اعتراض کیا تہا۔ مولوی انشاء اللہ آپنے شاید یہ سمجھ لیا ہے کہ مینے بلا تحقیق ہی اس مسئلہ پر قلم اٹھائی۔ مینے تو پہلے ہی لکھا تہا یعنی رسالہ مین جس موقعہ کا آپ حوالہ دیتے ہین اسکی عبارت یہ ہے "مگر مینے سُنا ہے کہ آپ سر سید احمد خان کی طرز پر سود کو بھی جایز قرار دیتے ہین۔" آپنے بجائے اسکے کہ اصل اعتراض کی طرف رجوع کر کے اسکا جواب لکھتے یا انکار کرتے کہ مین سر سید احمد خان کی طرز پر سود کو جایز قرار نہین دیتا اور فقہ حنفی کے رنگ مین جایز قرار دیتا ہون میرے مضمون پر ایک فضول اعتراض کیا جو آپ اگر رسالہ ریویو کو پڑھ لیتے تو کبھی نہ کرتے مگر آپکو غرض اعتراض کرنے سے ہی تہی۔ آپ کہتے ہین کہ مینے اردو رسالہ مین یوزری اور انٹرسٹ مین فرق نہین کیا مین آپکو بتاؤن کہ آپ مہربانی کر کے میرے مضمون سود کا پہلا صفحہ جو رسالہ فروری کے شروع مین ہی ہے پڑھ لین تاکہ آپ کو اس فرق کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ آپ مجھے درمختار کا حوالہ دیتے ہین آپ مہربانی کر کے درمختار مین سے وہ موقع نکال کر دکہائیے جہان کہا ہو کہ ہماری شرح سود ناجایز ہے اور ملکی شرح سود جسکو آپ عیسائیون کے پیچھے چلکر انٹرسٹ سے تعبیر کر کے جایز کرنا چاہتے ہین جایز ہے۔ اور یہ بھی دکہا دیجئے کہ وہان تجارتی اور بنکی سود کہان حلال لکہے گئے ہوئے ہین چونکہ آپنے درمختار کو ضرور پڑھا ہوگا اسلئے امید ہے آپ میری اس مشکل کو حل کر دین گے کیونکہ مجھے فقہ حنفی مین کوئی ایسا باب نہین ملا جہان ہماری شرح سود اور ملکی شرح سود یا یوزری اور انٹرسٹ مین فرق کیا گیا ہو۔ یہ ایجاد ہے عیسائیون کی اور انکے پیچھے چلکر سر سید احمد خان نے بھی اسکو قبول کیا اور اب آپ آنکھین بند کر کے سر سید کے پیچھے چل رہے ہین۔ یہ آپکا متفقہ عقاید سے دوسرا اختلاف ہے جسکا وعظ آپ اپنے اخبار مین کرتے ہین مینے آپکو لکہا تہا کہ آپ سر سید احمد خان کی طرز پر سود کو جایز قرار دیتے ہین۔ آپ ہی فرمائیے کہ سر سید احمد خان نے فقہ حنفی کے پیچھے چلکر سود کو جایز قرار دیا ہے؟ اس کا یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپنے اس مسئلہ مین کسقدر تحقیق کی ہے۔ اور انہین بے بنیاد خیالات پر آپ جواز انٹرسٹ یعنی ملکی سود یا تجارتی اور بنکی سود کے جواز کا فتوی دے رہے ہے۔ آپنے تو فقہ حنفی پڑھی ہوئی ہوگی پھر یہ آپ کو کہان سے خیال پیدا ہوا کہ فقہ حنفی مین ملکی سود کو جایز قرار دیا گیا ہے۔ آپ ذرا غور سے دوبارہ فقہ حنفی کو ملاحظہ فرماوین کیونکہ جہانتک مین سمجھتا ہون وہان تو دار الحرب اور دار الاسلام کی بنا پر جواز یا عدم جواز کا فتوی دیا گیا ہے۔ پس آپ صاف الفاظ مین یہ لکہین کہ آپ سر سید احمد خان کی طرح پر سود کو قرار نہین دیتے یعنی ہماری شرح سود کو ناجایز اور ملکی شرح سود کو جایز بلکہ حنفی رنگ مین ہندوستان مین سود کو جایز قرار دیتے ہین۔ یعنے ہندوستان کو دار الحرب مان کر۔ مگر یہ آپ ہرگز نہ کہین گے۔ کیونکہ اگر آپ کے نزدیک بھی ہندوستان دار الحرب ہے جیسا کہ بعض دوسرے حنفیون کے نزدیک ہے جن مین سے مولوی محمد حسن صاحب بھی ہین جنکی کتاب کے دلایل مین نقل بھی کر چکا ہون تو پھر کھلم کھلا اسکا اعلان کیجئے جیسا مولوی محمد حسن نے جو حنفی المذہب ہین کیا تہا۔ اور یہ بھی اعلان کر دیجئے کہ آپ کے نزدیک ہندوستان مین قمار بازی بھی جایز ہے اور غیر مسلمون کا مال چرا لینا یا بد دیانتی سے انکا مال وصول کر لینا بھی جایز ہے۔ یا اگر یہ باتین جایز نہ ہون تو پھر آپ اس امر کی تشریح فرمائیے کہ کیون جایز نہین کیونکہ مولوی محمد حسن اپنی کتاب روض الربی فی حقیقۃ الربا مین لکھتے ہین کہ فقہ حنفی کے رو سے دار الحرب مین ناجایز طریقون سے کفار کا مال لے لینا جایز ہے۔ بہرحال یہ سب باتین تشریح طلب ہین۔ یعنی یا تو آپ جواز سود کا فتویٰ سر سید احمد خان کی طرز پر دیتے ہین اور اس صورت مین آپ حنفی المذہب نہ رہے بلکہ نیچری بن گئے۔ اور یا فقہ حنفی کی رو سے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر سود جایز قرار دیتے ہین تو اس صورت مین دوسرے حنفی علما کی طرح اپنے اخبار وطن کے ذریعہ جو مدعی اصلاح ہے یہ اعلان کر دیجئے کہ ہندوستان مین قمار بازی بھی جایز ہے۔ یا غیر مسلمون کا مال لے لینا بھی جایز ہے۔ ۔ ۔ ۔ یہ ناراض ہونیکی باتین نہین اور نہ یہ ذاتی حملے ہین بلکہ ایک مسئلہ کے متعلق تحقیق ہے۔ آپ میرے دلایل کو فروری اور مارچ کے رسالون مین ملاحظہ فرماوین اور اپنے دلایل سے بھی مجھے مستفیض فرماوین تاکہ اگر ضرورت ہو تو مین اس مسئلہ پر کچھ اور بحث کر کے اسکو صاف کر دون۔ ہان جہان آپ اسقدر تشریح کرین گے اسبات کو بھول نہ جائین کہ حنفی دایرہ عقاید سے خارج ہو کر آپ کو قطعاً یہ حق نہین پہونچتا کہ آپ طلبا مین مفت اشاعت کے لئے لوگون سے امدادی چندے وصول کرین۔ آپ کا اور ہندوستان کا جہگڑا تو الگ رہا اب اسکا بھی فیصلہ کیجئے کہ ایسے باطل عقیدے رکہکر اور پھیلا کر آپ کو کیا حق پہونچتا ہے کہ آپ مفت اشاعت کے لئے امدادی چندے لین۔ اور مسلمانون کے رہے سہے عقاید کو تباہ کرین مجھے آپ پر اگر انتک افسوس ہے تو یہ ہے کہ آپ ہر پرچہ مین غیر احمدیون کی اعانت کا ذکر کرتے ہین اور میرے خطوط کو چھپاتے ہین۔ آپ تو مسلمانون کو بلا وجہ شکایت کا موقع نہین دینا چاہتے اور آپ ایسی بات کر رہے ہین جو اخبار نویسی کے اصول کے خلاف ہے اور اگر کوئی ہندو یا عیسائی اخبار نویس بھی ہوتا تو وہ ایسی تحریر کو شایع کرنے سے انکار نکرتا کیونکہ آپنے ایک غلط فہمی پھیلائی۔ اسکے ازالہ کیلئے مینے خط لکہا مگر آپ اسکو اخبار مین درج کرنے سے ڈرتے ہین کہ اس سے آپ کی کسی بات کی حقیقت کھلتی ہے۔ آپ نہ صرف میرے خط کو ہی شایع نہین کرتے بلکہ میرا اخبار مین نیش زنی بھی کر رہے ہین۔ کیا یہ آپ کی انصاف پسندی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ جیسے آدمیون سے لین دین کا معاملہ نہین پڑا۔ ورنہ آپ کی اس طبیعت کے اور اور پہلو بھی دیکھنے پڑتے۔ مولوی انشاء اللہ صاحب ہم آپکے غیر احمدی دوستون کے پیسون کو پہلے ہی براہ راست لینا نہ چاہتے تھے اور شروع مین ہی آپ کو لکھ دیا گیا تہا کہ اعانت کے چندے آپکے پاس ہی جمع ہون اور ہمارے پاس کوئی نہ بھیجے اور وہ خط آپکے اخبار مین چھپ بھی چکا ہے اور آپ نے خود بھی ہی اعلان کیا تہا کہ لوگ چندے آپکے پاس ہی بھیجین پھر آپنے ۹ - مارچ کو اخبار مین لکہدیا کہ بہت سے چندے براہ راست قادیان پہونچ چکے ہین۔ اسکے جواب مین آپ کو خط لکہا گیا جسکے چھپنے سے غلط فہمی رفع ہو سکتی تہی مگر آپنے اسکو چھاپنے کے بجائے دبا رکہا ہے اور پھر اخبار مین کچھ نہ کچھ نیش زنی کرتے چلے جاتے ہین۔ کیا یہ ایمانداری ہے آپ میرے خط کو چھاپ دین اور مین ان لوگون کو ایک ایک پیسہ دیدون گا جو واپس مانگین گے شیخ عمر بخش صاحب کا ذکر آپنے تو اتنی دفعہ کیا مگر شیخصاحب موصوف نے انتک ایک خط بھی نہین لکہا جس مین انہون نے چندہ واپس طلب کیا ہو۔ آپ ان سے ایک ۔۔ لکہوا دین تو مین انکا روپیہ واپس بہیجدونگا یا کم از کم انکی طرف سے وکالت نامہ لیکر آپ خود ہی لکہدین* ۔ ۔ ۔ آپ لکھتے ہین کہ شیخ عمر بخش صاحب اور شیخ گلاب دین صاحبان وکلاء کے نام سنکر " مولوی محمد علی صاحب نے جواب تو دیا مگر کھسیانے ہو کر قدرے ترشروئی کے ساتھ۔" آپ مہربانی کر کے وہ میرا خط چھاپ دیوین تاکہ لوگون کو معلوم ہو جاوے کہ واقعی آپ سچ لکہ رہے ہین یا معمولی اخباری رنگ کی یہ بھی ایک نیش زنی ہے۔ اب آپنے شیخ عمر بخش صاحب کے متعلق تو لکہدیا کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک پر انہون نے نہین بہیجا مگر شیخ گلاب دین صاحب کے متعلق کیون نہ لکہا اور ان دوستون کے نام آپ کیون نہین لکھتے جنہون نے اس غلط فہمی کے نیچے قادیان مین اعانت کا روپیہ بھیجا ہے کہ رسالہ کی ترتیب بدل گئی ہے۔ آخر دشمنی مین حد سے بڑھنا نہین چاہئے مونہہ سے تو آپ اب بھی صلح کل ہونا ظاہر کر رہے ہین اور عملی رنگ مین آپ کا عناد حد سے گذرا ہوا ہے۔ آپ غلط فہمیون پر غلط فہمیان پھیلا رہے ہین اور اصل خطوط کو جو مینے بہیجے ہین شایع نہین کرتے تا جس شخص نے آپکی تحریک پر روپیہ بہیجا ہو وہ واپس لیوے۔ معلوم نہین آپکو پرچون خطوط کا جواب کیا ملا جو آپ نے لکھے تھے۔ مینے ایک وقت تو آپ کے ساتھ معاملہ کو حسن ظن پر محمول کر کے اچھا سمجھا تہا مگر اب آپکے ساتھ معاملہ کرنے سے بہت ڈرتا ہون۔ یہان تک کہ ایک شخص نے جس نے اردو رسالہ منگوایا تہا اسکے لکھنے پر اردو رسالہ کی قیمت بھی واپس کر دی ہے حالانکہ آپ خوب جانتے ہین اور آپ نے خود اپنے ہاتھون سے اپنے خط مین لکھا ہوا ہے کہ اردو رسالہ سے اس تجویز کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔ مگر جب آپ کی انصاف پسندی اور حق طلبی کے دیکھنے کا وقت آیا تو آپ اس شہادت حقہ کو بھی ادا نہین کر سکتے۔ بہرحال ہم جو کچھ آیا ہے سب کچھ واپس دیدین گے بشرطیکہ وہ صاحب جو لینا چاہتے ہین خود لکہین یا آپ کو اپنا وکیل کر دیں۔ مینے یہ بیشک لکہا تہا کہ آپ دل کہول کر مخالفت کرین آپ اسکو جوش ناحق سمجھتے ہین مگر یہ سچا جوش ہے۔ کیونکہ میرا دل اس ایمان سے بھرا ہوا ہے کہ اگر ساری دنیا بھی ملکر مخالفت کرے تو بھی اس سلسلہ کا بال بیکا نہین ہو سکتا اور کوئی شخص کچھ نہین بگاڑ سکتا ہے۔ اچھا ہوا آپ بھی اپنے دل کا ولولہ نکال لین آپنے میرے خط مندرجہ الحکم پر ایک نکتہ چینی بھی کی ہے کہ مینے لکھ دیا ہے کہ سردار محمد عجب خانصاحب کہتے ہین کہ جسقدر روپیہ واپس دلایا گیا ہے اس سب کو وہ پورا کر دین گے۔ حالانکہ خانصاحب کے خط کے یہ لفظ ہین کہ وہ کل یا جزو رقم مذکور روانہ کرنے کی سعی کرینگے۔ اس سے آپ کو یہ حملہ کرنیکا موقعہ ملا ہے کہ مین گویا اسقدر جاہل ہون کہ صاف الفاظ کے معنے بھی نہین سمجھتا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہین کہ " ہمارے فاضل دوست شاید جزو کو بھی کل کا ہی مرادف سمجھے ہوئے ہین اور سعی اور حتمی اور پختہ اقرار مین کچھ فرق نہین سمجھتے جہان روشنی اس کمال کو پہونچ چکی ہو وہان سے غریب دنیا دار کب لڑ کر اتر سکتے ہین "۔ کیون صاحب آپ تو جوش مین نہین آئے سبحان اللہ کس بات سے کیا نتیجہ نکالا ہے۔ شاید اگر جوش مین آتے تو کونسے عجیب نتیجہ پر پہونچتے۔ وہ شاید کسی دوسرے موقعہ پر بتادین گے۔ اسکی بجائے تو اگر آپ یہ لکھ دیتے کہ ایسے جاہلون کے مضامین اسلام پر کس کام کے ہو سکتے ہین تو میری بھی آرزو پوری ہو جاتی۔ مولویصاحب! اصل بات یہ ہے کہ مین ان لفظون کے معنے تو سمجھتا تہا مگر تجربہ نے بتا دیا ہے کہ جہان آپ جیسے لوگ حتمی وعدہ کرنیوالے بھی ہون تو اسکو وعدہ نہین سمجھنا چاہئے اور جہان سردار عجب خان صاحب جیسے پر جوش مخلص سعی کا لفظ بھی لکہین تو اسکو حتمی وعدہ کے برابر سمجھنا چاہئے مین کیا کرون یہ میری سمجھ کا قصور نہین بلکہ تجربہ نے یہ بتا دیا ہے۔ باقی رہا جزو اور کل کا جہگڑا۔ سو آپ کو جزو پر اتنا زور دینے کی کیا ضرورت تہی کل کا لفظ بھی تو موجود ہے۔ مجھے اس جماعت کے پر جوش مخلصین کا تجربہ ہے اسنے مجھے بھی ہدایت کی کہ یہ لوگ ایسے ہین کہ دو باتون مین سے جو وہ کر سکتے ہین زیادہ نیکی اور ثواب کی بات کو اختیار کرتے ہین۔ اور جوش اور اخلاص تو انکے خط سے ہی ظاہر ہے۔ شاید اگر آپ توجہ فرماتے تو کوئی لفظ اسکے بھی خلاف نکال لیتے پیچھے اب مین آپ کو اس تجربہ کی صداقت مین یہ خوشخبری بھی سنا دونگا کہ کل روپیہ جو آپ کی تحریک پر غیر احمدی احباب نے واپس لیا وہ سردار محمد عجب خانصاحب نے ادا کر دیا۔ بالفعل چونکہ صرف قریباً عہ کی رقم کی واپسی کی درخواست آئی ہے۔ یہ قلیل رقم مجھے سردار صاحب موصوف سے مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے ہان آپ کی تحریک پر جب کوئی معقول رقم آپکے دوست واپس لے لین گے تو پھر مین سردار صاحب کو اطلاع دونگا۔ آپ جو نتیجہ چاہین نکال لین اس سے مجھے غرض نہین مگر اسکو میری جہالت کے ثبوت مین پیش کرنا فضول ہے۔ مین عملی طور پر آپ کو دکہا دونگا کہ یہی نتیجہ صحیح ہے۔ آپ بھی سچے ہین کہ آپنے کسی سے ایسا اخلاص اور دین اسلام کا ایسا سچا جوش نہین دیکھا اور مین سچا ہون کہ مینے اپنی آنکھون سے وہ نظیرین دیکھی ہین جو قرون اولی کے مسلمانون مین پائی جاتی ہین۔ اب مین آپ سے رخصت ہوتا ہون اگر آپنے ذاتی بحث کو چھوڑ کر عقاید کی بحث پر قلم اٹھائی تو مین آپکا نہایت مشکور ہونگا کیونکہ کم از کم یہ دو مسایل تو صاف ہو جاوین گے یعنی ایک قربانی کی منسوخی کا مسئلہ اور دوسرا

* وطن کے زیادہ اصرار پر جبکہ مینے شیخصاحب کا روپیہ بلا درخواست ہی واپس کر دیا ہے۔ محمد علی

مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیء شھید۔

ترجمہ اور جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسٰی ابن مریم کیا تو نے لوگوں کو یہ کہا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو عیسٰی نے عرض کیا الٰہی تو پاک ہے جو حق کہ مجھکو نہیں پہنچتا میں کب اوسکو اپنے لئے روا رکھ سکتا ہوں اگر مینے یہ کہا ہوگا تو الٰہی تجھکو خوب روشن ہے تو میری باتون سے واقف ہے اور مین تیرے اسرار سے واقف نہیں تو عالم الغیب ہے مینے تو ان لوگون کو وہی کہا تھا جو تو نے مجھکو حکم دیا تھا کہ اوس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور جب تک مین اون مین رہا اس تعلیم کا نگہبان رہا اور جب الٰہی تو نے مجھکو وفات دیدی تو اوسوقت کی تجھکو خبر ہے اور تو ہر ایک چیز سے واقف اور حاضر ناظر ہے اب اگر یہ مانا جائے کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے تو قیامت کے دن حضرت عیسٰی کا کہنا کہ جب تو نے مجھکو وفات دیدی تو اوسوقت کی تجھکو خبر ہے مجھکو کیا معلوم ہے کہ ان لوگون نے میرے بعد کیا کیا اسحالت مین کہ حضرت عیسٰی کے دوبارہ آکر چالیس برس دنیا مین رہنے اور نصاریٰ سے جہاد کرنے کا عقیدہ سچ مان لیا جائے یہ اعلیٰ درجہ کا سفید جھوٹ ہوجائیگا کیونکہ سورون کے مارنے دجال کے قتل کرنے شریعت محمدی مین اصلاح کرکے جزیہ قبول نہ کرنے اور نصاریٰ کو تہ تیغ کرنے کے تمام واقعات سے انکار کرنا اور یہ کہنا کہ مجھکو نصاریٰ کے شرک اور اونکی حالت کی خبر ہی نہین اگر جھوٹ نہین تو اور کیا ہے سارے فاسد اعتقاد نے ضدی مزاج لوگون سے کیا کیا یہود و نصاریٰ کے سے کام کرا ڈالے۔ آیت انی متوفیک ورافعک الیّ مین تقدیم و تاخیر کرائی۔ توفی کے وہ معنے کرائے کہ جن معنون مین کبھی کسی جگہ یہ لفظ مستعمل ہی نہین ہوا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اتنے بڑے برگزیدہ اور خدا کے صادق نبی کو جھوٹا اونہون نے ثابت کیا۔ شریعت محمدی کو قابل ترمیم و تنسیخ اونہون نے ٹھیرایا آیت منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم کے خلاف حضرت عیسٰی کو آسمان پر انہون نے جا بٹھایا آیت قد خلت من قبلہ الرسل پر صحابہ کے اجماع کو انہون نے نہ مانا۔ حضرت ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی کے قول کو انہون نے حقارت سے رد کردیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شب معراج کی گواہی کو انہون نے نہ مانا۔ مسیح موعود کی مخالفت مین خدا تعالیٰ کے اس فرمان پر انہون نے مطلق توجہ نکی

لا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا۔ اب جو شخص خدا اور اوس کے رسول اور صحابہ کسی کے قول کو نہین مانتا اوسکو خدا ہی سمجھائیگا یا اپنی کہو کہ خدا ہی سمجھے گا۔ پھر معترض صاحب سورہ نساء کی آیت وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ الخ کو لکھتے ہین اور خاک نہین سمجھتے حالانکہ خدا تعالےٰ صاف فرماتا ہے کہ یہود کا یہ قول کہ ہم نے اس مسیح کو قتل کردیا جو رسول بنا پھرتا تھا خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ درحقیقت یہود نے مسیح کو قتل نہین کیا اور نہ پھانسی دیا بلکہ یہ خیال اون کے دلون مین شبہ کے طور پر ہے یقینی نہین اور خدا تعالیٰ نے آپ ہی اون کو شبہ مین ڈالدیا ہے تا اون کی بیوقوفی اور اپنی قادریت اون پر ظاہر کرے اور پھر فرمایا کہ وہ لوگ جو اس شک مین پڑے ہوئے ہین کہ شاید مسیح پھانسی ہی لگگیا ہو اون کے پاس کوئی قطعی اور یقینی دلیل اسبات پر نہین صرف ایک ظن کی پیروی کر رہے ہین اور وہ خوب جانتے ہین کہ اون مین یقینی طور پر اسبات کا علم نہین کہ مسیح پھانسی دیا گیا بلکہ یقینی امر یہ ہے کہ وہ فوت ہوگیا اور اپنی طبعی موت سے مرا اور خدا تعالےٰ نے اوسکو راستبازون کی طرح اپنی طرف اٹھالیا اور خدا عزیز ہے اون کو عزت دیتا ہے جو اوسکے ہو رہتے ہین اور حکیم ہے اپنی حکمتون سے اون کو فائدہ پونہچاتا ہے جو اوس پر توکل کرتے ہین۔ پھر فرمایا کہ کوئی اہل کتاب مین سے ایسا نہین جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو قبل اسکے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لاوے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا۔ اگر کوئی ایسی صراحتون پر بھی نہ سمجھے تو اوسکو خدا سمجھے۔ اللہ تعالےٰ نے بڑی وضاحت سے ثابت کیا ہے کہ وہ اپنی موت سے مرے۔ اور اسمین کوئی جگہ شک کی نہین ہے مگر معترض کی سمجھ مین کسی طرح نہین آتا۔ اسکے آگے چند فقرات ایسے ہین کہ اون کا کافی جواب ہم دے چکے ہین پھر آپ لکھتے ہین "اسپر تمام مسلمانون کا چودہ سو برس سے آجتک اتفاق ہے کہ اونکو وفات دنیاوی ہوئی نہ وفات موت" ناظرین ہمارے نجیب آبادی مولویصاحب کے اس ہشت پہلو فقرہ کو تو ملاحظہ فرمائیے کہ "اون کو وفات دنیاوی ہوئی نہ وفات موت"۔ وفات دنیاوی اور وفات موت کی انوکھی اصطلاحون کے معنی اگر معترض صاحب نے اپنے ذہن مین کچھ سمجھ بھی رکھے ہون تاہم یہ فقرہ آتش کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

سمجھ لیتے ہین مطلب اپنے اپنے طور پر سامع
اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

لہذا مجکو تو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ میرے نزدیک زیادہ

قریب الفہم یہ مطلب ہے کہ اون کو وفات دنیاوی تو حاصل ہوئی مگر وفات موت حاصل نہین ہوئی۔ سو وفات موت کچھ ہو اوس سے غرض کیا مگر وفات دنیاوی تو حاصل ہوئی یعنی جس طرح دنیا مین ہر شخص کی وفات ہوتی ہے اسی طرح مسیح کو بھی وفات حاصل ہوئی۔ رہی مسلمانون کے اتفاق کی بات سو سنئے۔ بعد وفات جناب سرور کائنات صلعم کے سب سے پہلا اجماع صحابہ کا اسی وفات مسیح پر ہوا ہے کہ جس مین ہزارون نہین لاکھون اصحاب اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت فاروق اعظم و حضرت عثمان و حضرت علی جلیل القدر اصحاب اور عشرہ مبشرہ سب شامل ہین۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر موجود ہے جس کے آپ اقراری ہین۔ پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وفات مسیح کے قایل ہین۔ امام جبائی رحمۃ اللہ علیہ وفات مسیح کو بڑے شد و مد سے ثابت کرتے ہین۔ حافظ ابن القیم اور تمام معتزلہ وفات مسیح کے قایل۔ ابن حزم اور محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی وغیرہ بزرگان ملت نے بھی وفات مسیح کا اقرار کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اتفاق بی تمیزہ کے وضو سے بھی زیادہ مضبوط ہے کہ کسی طرح ٹوٹتا ہی نہین یہ چودہ سو برس کا عجیب اتفاق ہے پھر آپ لکھتے ہین کہ "آپ اپنے اس نئے ثبوت کے مسئلہ کو کسی آیت حدیث سے ثابت کیجیے" سبحان اللہ نئے ثبوت کا مسئلہ کیا معقول فقرہ ہے۔ حضرت! آیتین تو پہلے لکھ چکا ہون۔ حدیثین جسقدر چاہئین موجود ہین مگر مضمون کو مختصر کرنے کے لئے صرف اسقدر گذارش ہے کہ ایک معراج کی ہی حدیث کافی ہے۔ زیادہ شوق ہو تو مسک العارف ایک مختصر رسالہ ہے اوسکو ملاحظہ کیجیے جس مین مخدومنا مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی المخاطب فاضل امروہی نے چالیس حدیثین لکھی ہین پھر آپ لکھتے ہین "آپ اپنے ان سب دعوون کے ثبوت مین ایک حدیث دکھلاتے ہین جسمین رسول اللہ صلعم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا ہے کہ تم مین سے سب سے پہلے اوس کی وفات ہوگی جسکے ہاتھ لمبے ہین۔ الخ" لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اول تو سب دعوون سے اس حدیث کو تعلق کیا اور پھر یہ حدیث یا مثل اوس کے بہت سی احادیث اور آیات قرآنی صرف اسبات کے ثابت کرنے کے لئے بیان کیجاتی ہین کہ پیشگوئیون مین خدا اور اوس کے رسول نے اکثر استعارات سے کام لیا۔ معترض صاحب فرماتے ہین کہ سب دعوون کے ثبوت مین ایک ہی حدیث دکھلاتے ہین۔ پھر آپ گوہر افشانی کرتے ہین۔ کہ "جناب من یہان سے آپنے دیدہ و دانستہ حق کو چھپایا ہے یہ موقع ہی اس قسم کے بیان کا تہا کسی شخص سے

کہدینا چاہئے کہ تو دس برس مین مریگا تو اوسکو اوسوقت سے دنیاوی زندگی متعفن ہوجاوے گی" سبحان اللہ! آپکے ادائے بیان کو تو دیکھئے زندگی متعفن ہونیکا محاورہ قابل تعریف ہے پھر کہتا ہون حدیث مین تو صاف موجود ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنکر تمام ازواج مطہرات نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کئے اور ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے اور جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تب یعنی جسوقت یہ پیشگوئی پوری ہوئی تو اس کے وقوع کے بعد یہ بات سمجھ مین آئی کہ لمبے ہاتھون سے مراد سخاوت تھی تو اب یہ تو فرمائیے کہ حضرت زینب رض کے انتقال کے وقت تک حضرت سودہ رض کی زندگی بقول آپکے متعفن نہین ہوئی ہوگی ظاہر ہے کہ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم لمبے ہاتھون کے معنی بتادیتے کہ سخاوت ہین تو بجائے حضرت سودہ کے حضرت زینب رض کی وہ حالت ہوتی جو نہ بتلانے سے حضرت سودہ رض کی ہوئی۔ غرض کسی نہ کسی کی زندگی تو متعفن ہوئی ہے۔ پھر آپ کی اس فضول بے مزہ لمبی تقریر کا جو اس اعتراض کے تحت مین آپ نے فرمائی ہے نتیجہ ہی کیا ہوا۔ افسوس ایسی موٹی موٹی باتین بھی آپکی سمجھ مین نہین آتین۔ دیکھا! یہ ہے نتیجہ امام وقت کی مخالفت کا۔ آپکے اعتراض کی تردید مین کیا اچھا نکتہ ہے۔ سخاوت ایک ایسی چیز ہے کہ سخی کو دوسرون کے مقابلہ مین اپنا سخی متیقن ہونا ضروری نہین۔ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجائے ہاتھون کے صاف سخاوت ہی فرما دیتے تو حضرت زینب کو قطعی طور سے اپنے پہلے مرنے کا پورا پورا یقین کبھی نہ ہوتا کیونکہ سخی کو اپنی سخاوت سب سے بڑھی ہوئی ہونے کا یقین ہونا مشکل ہے اور لمبے ہاتھون کے بیان سے حضرت سودہ رض کو اپنی موت کے سب سے پہلے ہونے کا قطعی یقین ہوگیا تھا کیونکہ اون کے ہاتھون کا دوسری امہات المومنین سے لانبا ہونا مشتبہ امر نہ تھا۔ فتدبر۔ اسکے آگے جو کچھ دور تک بیان کیا گیا ہے مین اسکو اسجگہ نقل کرتے ہوئے ڈرتا ہون کہ خدا تعالےٰ کی شان مین ایسے گستاخانہ الفاظ کا نقل کرنا کہین گناہ نہ ہو (آجکل چونکہ خدا تعالیٰ کی قہری تجلیون کے ایام ہین اسلئے میرا ڈر حق بجانب ہے) علاوہ ازین یہ تمام فقرات اس قابل ہی نہین کہ ان کے جواب مین کچھ لکھا جائے کیونکہ معترض نے ان کلمات مین یہودیون سے کامل مشابہت ہی نہین کی بلکہ کئی نمبر اون سے آگے بڑھ گئے ہین۔ لہذا حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیون کو جو کچھ جواب دیئے گئے ہین وہی ان کلمات کے جواب ہوسکتے ہین۔ پھر آپ اس بات سے ناراضی ظاہر کرتے ہین کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرقہ اہلحدیث کو اور اس زمانہ کے فرقہ اہلحدیث کو کیون برا کہتے ہو اور اپنی راست پسندی اور سچائی پر گھمنڈ ظاہر کیا ہے مگر